ماہنامہ

خواتین

ذوالقعدۃ الحرام/ذوالحجۃ الحرام 1447ھ مئی 2026ء

جلد:05
شمارہ:05

حج مبرور

ویب ایڈیشن

فہرست

قرآن و حدیث			
تفسیر	اللہ و رسول کا حکم ماننے	محترمہ بنتِ شہزاد مدنیہ عطاریہ	2
شرحِ حدیث	بلا حاجت کچھ مانگنا کیسا؟	محترمہ بنتِ کریم بخش مدنیہ عطاریہ	4
ایمانیات و عبادات			
عبادات	اتوار اور شبِ اتوار کی عبادات	محترمہ ام غزالی مدنیہ عطاریہ	6
فیضانِ سیرت			
اخلاقِ نبوی	حضور کی اصحابِ بدر سے محبت	محترمہ اخت اسد عطاریہ (فرسٹ پوزیشن)	8
معجزاتِ انبیا	حضرت خضر علیہ السلام کے معجزات و عجائبات	شعبہ ماہنامہ خواتین	10
ازواجِ انبیا	سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا	شعبہ ماہنامہ خواتین	12
بزرگ خواتین کے سبق آموز واقعات	ہمارا انتخاب رضائے ربِ کائنات	محترمہ ام سلمہ مدنیہ عطاریہ	15
فیضانِ بزرگانِ دین			
فیضانِ اعلیٰ حضرت	شرح قصیدۂ معراجیہ (قسط 12)	محترمہ بنتِ اشرف مدنیہ عطاریہ	16
فیضانِ امیرِ اہلِ سنت	شرح شجرۂ قادریہ، رضویہ، ضیائیہ، عطاریہ (قسط 7)	محترمہ ام فیضان مدنیہ عطاریہ	18
	مدنی مذاکرہ	امیرِ اہلِ سنت	19
اسلام اور خواتین			
	بیٹیوں میں پڑوسیوں سے حُسنِ سلوک کی تربیت	محترمہ ام میلاد عطاریہ	21
خاندان میں عورت کا کردار	چچی اور تائی کا کردار	محترمہ بنت مدثر عطاریہ	23
علم نور ہے			
قرآنیات	سیرِ قرآن بذریعۂ تفسیرِ قرآن	محترمہ بنتِ افضل مدنیہ عطاریہ	25
شرعی راہ نمائی			
دار الافتاء اہلسنت		مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی	27
اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل		مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی	29
رسم و رواج			
	بزرگوں کی سواری آنا	محترمہ بنتِ مقصود عطاریہ	30
اخلاقیات			
کرنے والے کام	تنہائی میں سمجھانے کے فوائد	محترمہ ام انس عطاریہ	33
نا کرنے والے کام	سب کے سامنے سمجھانے کے نقصانات	محترمہ بنتِ محمد اشرف عطاریہ (فرسٹ پوزیشن)	35
فیضانِ دعوتِ اسلامی			
نئی لکھاری	تحریری مقابلہ	محترمہ بنتِ منصور مدنیہ عطاریہ (فرسٹ پوزیشن)	37
فیضان آن لائن اکیڈمی گرلز کی جھلکیاں	قربانی کے احکام کورس		40

چیف ایڈیٹر
مولانا ابو الابصار قادری

سینئر معاون
مولانا ابو زین العابدین عطاری مدنی

شرعی تفتیش: مولانا مفتی محمد انس رضا عطاری مدنی
دار الافتاء اہلِ سنت (دعوتِ اسلامی)

اپنے تاثرات (Feedback)، مشورے اور تجاویز نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس اور
(صرف تحریرا) واٹس ایپ نمبر پر بھیجئے:
mahnamahkhawateen@dawateislami.net
صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

پیش کش: شعبہ ماہنامہ خواتین، مجلس ماہنامہ فیضانِ مدینہ دعوتِ اسلامی

Go To Index

نظر بد اور درد کا روحانی علاج

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ 786 بار

کاغذ پر لکھ (یا لکھوا کر تعویذ) کی طرح لپیٹ کر پلاسٹک کوٹنگ کر کے ریگزین یا کپڑے وغیرہ میں سی کر بازو پر باندھ یا گلے میں پہن لیجئے ان شآءَ اللہ الکریم نظر بد کا اثر ختم ہو جائے گا۔
جس کے ہاتھ پاؤں میں درد ہو اُس کے لیے بھی یہ تعویذ ان شآءَ اللہ الکریم مفید ہے۔ (مدنی پنج سورہ، ص 251)

گھر میں جھگڑے ہوتے ہوں تو

یَا وَدُوْدُ یَا سَلَامُ

ہر نماز کے بعد 100 بار روزانہ پڑھیے۔
اِن شآءَ اللہ الکریم گھر میں محبت بھری فضا قائم ہو گی۔
(اوّل آخر ایک بار دُرود پاک پڑھنا ہے، تا حصولِ مراد وظیفہ جاری رکھنا ہے)

امیرِ اہلِ سنت مولانا الیاس عطار قادری
24 رمضانِ کریم 1446ھ۔ 25-3-25

جب کوئی چیز غمگین کرتی تو

اللہ پاک کے سب سے آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا پڑھتے:

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ

(یعنی اے ہمیشہ زندہ رہنے والے! اے ہمیشہ قائم رکھنے والے! میں تیری رحمت سے مدد مانگتا ہوں) (ترمذی، 5/311، حدیث: 3535)

رنج و غم دور ہونے کے لیے فجر کے سنت و فرض کے درمیان 40 مرتبہ پڑھنا مفید ہے اور مقروض روزانہ کسی بھی وقت دن میں 100 بار پڑھے تو قرض سے چھٹکارا پائے گا، اِن شآءَ اللہ الکریم۔

امیرِ اہلِ سنت مولانا الیاس عطار قادری
28 رمضانِ کریم 1446ھ 25-3-29

مُراد پوری ہو

یَا رَحْمٰنُ 11 بار

(اوّل آخر ایک بار درود شریف)

فرض یا نفل روزہ کھولتے وقت سورج غروب ہونے سے معمولی وقت پہلے پیشانی پر ہاتھ رکھ کر پڑھ لیجیے اور وقت ہونے پر افطار کر لیجیے ان شآءَ اللہ الکریم دل کی مُراد پوری ہو گی۔

امیرِ اہلِ سنت مولانا الیاس عطار قادری
8 رمضانِ کریم 1446ھ 25-3-9

اللہ و رسول کا حکم مانئے

محترمہ بنتِ شہزاد مدنیہ عطاریہ
معاونہ دار الافتاء اہلِ سنت دھوراجی کراچی

اللہ پاک کا فرمان ہے: وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (پ22، الاحزاب: 33) ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔

تفسیر

اس آیتِ مبارکہ کے تحت تفسیرِ قرطبی میں ہے: جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور کی مقدس بیویوں نے اللہ پاک کے ان احکامات کی اطاعت میں کوئی کسر نہ چھوڑی جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس آیت کو پڑھتے ہوئے روتیں یہاں تک کہ آپ کا دوپٹا آنسوؤں سے بھیگ جاتا۔[1] اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ حج اور عمرہ کیوں نہیں کرتیں جیسے حضور کی دیگر مقدس بیویاں کرتی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: میں نے حج اور عمرہ کرلیا ہے اور اللہ پاک نے مجھے حکم دیا ہے کہ اپنے گھر میں ٹھہری رہوں۔ اللہ پاک کی قسم! میں اپنے گھر سے نہیں نکلوں گی یہاں تک کہ مجھے موت آجائے۔ راوی فرماتے ہیں: اللہ پاک کی قسم! وہ اپنے حجرے کے دروازے سے باہر نہ نکلیں یہاں تک کہ ان کا جنازہ نکالا گیا۔[2]

نیز ازواجِ مطہرات فرائض وواجبات وغیرہ میں ہی اللہ و رسول کی خوب فرمانبرداری نہ کرتی تھیں بلکہ مستحبات میں بھی ان کی اطاعت کا حال بے مثال تھا۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور سے عرض کی: یارسولَ اللہ! دعا فرمائیے کہ اللہ پاک جنت میں بھی مجھے آپ کی زوجہ بنائے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم اس رتبے کی تمنا رکھتی ہو تو تمہیں چاہیے کہ کل کے لئے کھانا بچا کر نہ رکھو اور جب تک کسی کپڑے میں پیوند لگ سکتا ہے تب تک اسے بیکار نہ سمجھو۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فقر کو مالداری پر ترجیح دینے کی اس نصیحت پر اتنی مضبوطی سے عمل پیرا رہیں کہ (زندگی بھر) کبھی آج کا کھانا کل کے لئے بچا کر نہ رکھا۔[3]

یاد رہے! اس آیت میں اگرچہ بظاہر ازواجِ مطہرات کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ تمام احکامات اور ممنوعات میں اللہ پاک اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی اطاعت کریں اور انہیں یہ زیبا نہیں کہ جس چیز کا اللہ و رسول نے حکم دیا اس کی مخالفت کریں۔ مگر اس حکم میں دیگر عام عورتیں بھی داخل ہیں۔[4] چنانچہ معلوم ہوا! اللہ و رسول کی اطاعت و فرمانبرداری ہم سب پر لازم ہے اور یہی ایمان کی اصل ہے کہ جو اللہ و رسول کی نافرمانی کرے، ان کا حکم نہ مانے اس کے لئے دنیا وآخرت میں ذلت و رسوائی ہے، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ یَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا ؕ﴿۳۶﴾ (پ22، الاحزاب: 36) ترجمہ: اور کسی مسلمان مرد اور عورت کیلئے یہ نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ فرما دیں تو انہیں اپنے معاملے کا کچھ اختیار باقی رہے اور جو اللہ اور اس کے

Go To Index

رسول کا حکم نہ مانے تو وہ بیشک صریح گمراہی میں بھٹک گیا۔
اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں: (1) حضور کی اطاعت ہر حکم میں واجب ہے۔ (2) حضور پُر نور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا حکم اللہ پاک کا حکم ہے اور حضور کے مقابلے میں کوئی اپنے نفس کا بھی خود مختار نہیں۔ (3) حضور کے حکم اور آپ کے مشورے میں فرق ہے، حکم پر سب کو سر جھکانا پڑے گا اور مشورہ قبول کرنے یا نہ کرنے کا حق ہو گا۔ اسی لئے یہاں اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا یعنی جب اللہ و رسول کچھ حکم فرما دیں۔ فرمایا گیا اور دوسری جگہ ارشاد ہوا: وَ شَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ (پ4، اٰل عمرٰن: 159) ترجمہ: اور کاموں میں ان سے مشورہ لیتے رہو۔[5]

نیز یہ بھی یاد رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اطاعت فرض ہے اور آپ کی نافرمانی حرام ہے۔[6]

آقا کی اطاعت سے جی اپنا چُراتے ہیں جو
ایسوں سے خوش ربِّ غفّار نہیں ہوتا

جس نے حضور کی اطاعت کی اس نے اللہ پاک کی اطاعت کی کہ حضور کی اطاعت اللہ پاک ہی کی اطاعت ہے۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے: جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ پاک کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے اللہ پاک کی نافرمانی کی۔[7]

کتابِ الٰہی یہ فرما رہی ہے
ہے طاعت خدا کی اِطاعت نبی کی

اللہ پاک نے کامیاب لوگوں کی نشاندہی یوں فرمائی ہے:

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَاؕ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۵۱) (پ18، النور: 51)

ترجمہ: مسلمانوں کی بات تو یہی ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ رسول ان کے درمیان فیصلہ فرما دے تو وہ عرض کریں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ اس آیت میں اللہ پاک نے شریعت کا ادب سکھاتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمانوں کو ایسا ہونا چاہیے کہ جب انہیں اللہ و رسول کی طرف بلایا جائے تاکہ حضور ان کے درمیان اللہ پاک کے دیئے ہوئے احکامات کے مطابق فیصلہ فرمادیں تو وہ عرض کریں کہ ہم نے بُلاوا سُنا اور اسے قبول کر کے اطاعت کی اور جو ان صفات کے حامل ہیں وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔[8]

نیز تفسیر نسفی میں پارہ 18 سورۂ نور کی آیت نمبر 52 کے تحت لکھا ہے: جو فرائض میں اللہ پاک کی اور سنتوں میں اس کے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اطاعت کرے اور ماضی میں اللہ پاک کی ہونے والی نافرمانیوں کے بارے میں اللہ پاک سے ڈرے اور آئندہ کے لئے پرہیز گاری اختیار کرے تو ایسے لوگ ہی کامیاب ہیں۔[9]

حضور کی اطاعت قبولیت کی چابی ہے

علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں: حضور کی اطاعت قبولیت کے دروازے کی چابی ہے اور اطاعت کی فضیلت پر یہ بات تیری راہ نمائی کرتی ہے کہ اصحابِ کہف کے کتّے نے جب اللہ پاک کی طاعت میں اصحابِ کہف کی پیروی کی تو اللہ پاک نے اس سے جنت کا وعدہ فرمایا۔ جب اطاعت کرنے والوں کی پیروی کرنے کی یہ برکت ہے تو خود اطاعت کرنے والوں کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے![10]

کروں ہر آن میں تیری اِطاعت یارسولَ اللہ
بنا دے مرشِد نیک سیرت یارسولَ اللہ

اللہ پاک ہمیں شریعت کے احکامات پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور اپنی اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے کی سعادت نصیب فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) الزہد لامام احمد، ص185، حدیث: 911 (2) تفسیر دُرِّ منثور، 6/599 (3) مدارج النبوت، 2/472، 473 (4) تفسیر تعلیم القرآن، 2/345 ملتقطاً وملخصاً (5) عورت اور قرآن، ص166 ملتقطاً (6) تفسیر صراط الجنان، 2/159 (7) بخاری، 2/297، حدیث: 2957 (8) تفسیر خازن، 3/359 (9) تفسیر نسفی، ص787 (10) تفسیر روح البیان، 6/172

Go To Index

بلا حاجت کچھ مانگنا کیسا؟

محترمہ بنتِ کریم بخش مدنیہ عطاریہ
شعبہ ٹیچر ٹریننگ ڈیپارٹمنٹ مجلس جامعۃ المدینہ گرلز

حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے کچھ مانگا، آپ نے انہیں عطا فرما دیا، انہوں نے پھر مانگا، حضور نے پھر عطا فرما دیا یہاں تک کہ جو آپ کے پاس مال تھا وہ ختم ہو گیا تو ارشاد فرمایا: جو کچھ میرے پاس ہو گا وہ تم سے بچا کر نہ رکھوں گا۔ جو مانگنے سے بچنا چاہے اللہ پاک اسے بچائے گا اور جو غنا چاہے اللہ پاک اسے غنی کر دے گا اور جو صبر چاہے اللہ پاک اسے صبر دے گا اور کسی کو صبر سے بہتر اور وسیع کوئی چیز نہ ملی۔(1)

شرحِ حدیث

مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ یہ مانگنا بلا ضرورت تھا جیسا کہ اگلے فرمان سے معلوم ہو رہا ہے۔ ضرورۃً مانگنے والوں کو تو حضور خود بھی دیتے تھے اور دوسروں سے بھی دلواتے تھے۔ (مزید فرماتے ہیں:) وہ حضرات مانگتے رہے اور حضور دیتے رہے، انہیں سب کچھ دے کر پھر مسئلہ بتایا۔ اس میں تبلیغ بھی ہے اور سخاوتِ مُطلَقَہ کا اظہار بھی۔(2)

امام نَوَوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: غِنٰی سے مراد دل کا بے نیاز ہونا ہے، یعنی لوگوں سے بے نیاز ہونے کے ساتھ ساتھ جو کچھ ان کے پاس ہے اس سے بھی بے نیاز ہو جانا۔(3)

کیا کسی سے کچھ مانگنا مطلقاً منع ہے؟ مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ فرماتے ہیں: مانگنے سے مراد ذِلّت و خواری کا مانگنا ہے یعنی بھیک مانگنا، لہٰذا باپ کا اولاد سے یا آقا کا غلام سے یا اس کے برعکس یا اُن سے کچھ مانگنا جن سے مانگنے میں عار نہ ہو، مطلقاً جائز ہے، حضور سے شفاعت اور انعامِ الٰہیہ اور اُخروی نعمتوں کی بھیک مانگنا بادشاہوں کے لئے فخر و عزت ہے۔ اس پر علما کا اتفاق ہے کہ بلا ضرورت مانگنا ممنوع ہے۔(4) اسی طرح مسکین کا اپنی حاجات کے لئے لوگوں سے کچھ طلب کرنا جائز ہے۔ مسکین وہ ہے کہ جس کے پاس کچھ نہ ہو یہاں تک کہ کھانے اور بدن چُھپانے کے لئے اس کا محتاج ہے کہ لوگوں سے مانگے۔(5)

بلا ضرورت مانگنے سے بچنے کی فضیلت: معلوم ہوا! جو بلا وجہ مانگنے سے بچے اور اللہ پاک کے دیئے گئے رزق پر قناعت اختیار کرے تو اللہ پاک اسے مانگنے سے بچا لے گا اور قناعت کی دولت عطا فرمائے گا اور یہ ایسی دولت ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتی۔ نیز جو اللہ پاک کے سوا اوروں سے بے نیازی اختیار کرنا چاہے تو اللہ پاک اسے دوسروں سے بے نیاز کر دے گا اور یہی حقیقی غنا ہے کیونکہ غنا کثرتِ مال کا نام نہیں بلکہ اصل غنا تو دل کا بے نیاز ہونا ہے۔ جو اپنے آپ کو کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے سے روکتی اور صبر کرتی ہے، اللہ پاک اسے صبر عطا فرما دیتا ہے اور صبر انسان کو عطا کردہ اللہ پاک کی نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت ہے۔

اسی طرح خود داری اور عزتِ نفس انسان کی بہت بڑی دولت ہے جبکہ مانگنا انسان کی خود داری اور عزتِ نفس کو مجروح کرتا اور اسے دوسروں کا محتاج بنا دیتا ہے۔ دینِ اسلام ہمیں باعزت زندگی گزارنے اور بلا ضرورت کسی سے کچھ مانگنے سے بچنے کا درس دیتا ہے۔ پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے نفس کو ذلت میں ڈالے۔(6) اور ایک روایت میں ہے: مومن کی عزت لوگوں سے بے نیاز ہونے میں ہے۔(7)

لوگوں سے بلا حاجت مانگنا اس قدر ناپسندیدہ عمل ہے کہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے صحابہ کرام کے ایک گروہ

سے باقاعدہ اس بات پر بیعت لی کہ وہ کسی سے کچھ نہ مانگیں گے اور وہ حضرات حضور کے فرمان پر اس قدر سختی سے عمل کیا کرتے تھے کہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ان میں سے بعض افراد کو دیکھا کہ اگر ان کا کوڑا یا چابک بھی زمین پر گر جاتا تو اسے اٹھانے کے لئے وہ کسی سے نہ کہتے۔[8] ایک مرتبہ حضور نے ارشاد فرمایا: جو مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ کسی سے کچھ نہیں مانگے گا تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ حضرت ثوبان نے ضمانت دی اور پھر اس کے بعد کبھی کسی سے کچھ نہ مانگا۔[9]

افسوس! ہمارے معاشرے میں کچھ پیشہ ور بھکاری محنت کے بجائے مانگنے کو ذریعہ معاش بنا چکے ہیں، جو یقیناً قابلِ مذمت ہے اور اس کی برائی سب جانتے ہیں۔ مگر عام طور پر صرف اسی کو عیب سمجھا جاتا ہے، جبکہ آپس میں بلا ضرورت چیزیں مانگنے کی عادت کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ بھی خودداری کے خلاف ہے۔ خودداری کا تقاضا ہے کہ انسان اپنی ضروریات حتی المقدور خود پوری کرے۔

بلا ضرورت مانگنے کی چند مثالیں یہ ہیں: ☆موبائل میں بیلنس نہ رکھ کر کال کے لئے دوسروں کا فون استعمال کرنا۔ ☆خواتین کا گھریلو چیزیں جیسے برتن، چینی، نمک وغیرہ پڑوس سے مانگنا۔ ☆شادی بیاہ پر زیورات اور ملبوسات دوسروں سے لے کر استعمال کرنا۔ ☆ضروری چیزیں، مثلاً: قلم یا موبائل چارجر ساتھ نہ رکھنا اور بوقتِ ضرورت مانگ لینا۔ اس طرح کی عادتیں عموماً نظر انداز ہوتی ہیں، جس سے یہ آہستہ آہستہ پکی ہو جاتی ہیں۔

بلا ضرورت مانگنے کی وجوہات

(1) کم روزی پر قناعت نہ کرنا: جو خاتون اللہ پاک کے دیے ہوئے رزق پر قناعت نہیں کرتی، وہ دوسروں سے مانگنے کی عادت میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ہم اللہ پاک کی عطا پر راضی رہیں اور جو میسر ہو اسی میں زندگی بسر کریں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے: اللہ پاک ایسے بندے کو پسند فرماتا ہے جو نیک اور قناعت پسند ہو۔[10] جبکہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے عرض کی: سب سے زیادہ مالدار کون ہے؟ ارشاد ہوا: جو میرے دیئے ہوئے رزق پر قناعت کرے۔[11]

(2) توکل کی کمی: اللہ پاک ہی حقیقی عطا فرمانے والا ہے، اس لئے ہمیں اسی پر کامل یقین اور بھروسا رکھنا چاہیے کہ وہی تمام ضروریات پوری کرنے والا ہے کہ ایک روایت میں ہے: ہر شخص اپنے رب سے اپنی تمام حاجتیں مانگے، یہاں تک کہ جب جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اسی سے مانگے۔[12]

(3) دنیاوی مال و دولت کی حرص: بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے پاس ضرورت کی ہر چیز موجود ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود وہ دوسروں سے کچھ نہ کچھ مانگتے رہتے ہیں تاکہ ان کے پاس موجود مال میں اور اضافہ ہو جائے۔ یہ ایک بہت بری عادت ہے۔ حدیثِ مبارک میں اس کی مذمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا: جو مال بڑھانے کے لئے بھیک مانگے تو وہ انگارہ مانگتا ہے، اب چاہے کم مانگے یا زیادہ۔[13]

(4) سستی و کاہلی: بعض لوگ سستی و کاہلی کے باعث اپنی ضروریات محنت سے پوری نہیں کرتے اور دوسروں سے مانگ لیتے ہیں، حالانکہ بہترین کمائی وہی ہے جو انسان اپنے ہاتھ کی محنت سے حاصل کرے کہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اپنے رب کی بارگاہ میں لوگوں سے بے نیاز رہنے کی دعا فرمایا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ الْهُدٰی وَ التُّقٰی وَ العَفَافَ وَ الْغِنٰی یعنی اے اللہ پاک! میں تجھ سے ہدایت، پرہیز گاری، پاکدامنی اور غنا (لوگوں سے بے نیاز رہنا) طلب کرتا ہوں۔[14]

---

(1) بخاری، 1/496، حدیث: 1469 (2) مراٰۃ المناجیح، 3/59 (3) شرح مسلم للنووی، جزء: 17/41 (4) مراٰۃ المناجیح، 3/53، 54 (5) فتاویٰ ہندیہ، 1/187، 188 (6) ترمذی، 4/112، حدیث: 2261 (7) شعب الایمان، 3/171، حدیث: 3248 (8) ابو داود، 2/169، حدیث: 1642 (9) ابو داود، 2/170، حدیث: 1643 (10) مسلم، ص 1212، حدیث: 7432 (11) الزھد لہناد، 1/277، حدیث: 489 (12) مشکاۃ المصابیح، 1/421، حدیث: 2251 (13) مسلم، ص 402، حدیث: 2399 (14) مسلم، ص 1117، حدیث: 6904

Go To Index

اتوار اور شبِ اتوار کی عبادات

محترمہ ام غزالی مدنیہ عطاریہ
شعبہ ذمہ دار ماہنامہ خواتین

اتوار دنیا کے دنوں میں سب سے پہلا[1] اور عظمت و برکت والا دن ہے۔ اتوار کو کئی تاریخی نسبتیں اور خصوصیات حاصل ہیں، مثلاً: اللہ پاک نے اتوار کے روز تین قسم کے تارے بنائے۔[2]

یہ سات سمندر بھی اِسی دن بنائے: (1) طبرستان (2) بحرِ کرمان (3) بحرِ قلزم (4) بحرِ ہند (5) بحرِ عمان (6) بحرِ روم (7) بحرِ مغرب۔[3]

اسی دن اللہ پاک نے آگ، سات زمینیں، انسان کے ساتھ اس کے اعضائے سجود یعنی دونوں ہاتھ پاؤں، گھٹنے، چہرہ اور ساتوں دن پیدا کئے۔[4]

اتوار کے دن کھیت بونا، درخت لگانا اور مکان کی تعمیر کرنا باعثِ برکت ہے۔[5] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے اتوار کے دن کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ درخت لگانے اور تعمیر کا دن ہے۔ صحابۂ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ کس طرح؟ آپ نے فرمایا: اس لئے کہ یہ دنیا کی ابتدا اور تعمیر کا دن ہے۔[6] ایک قول کے مطابق اتوار کا دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر 20 انبیا علیہم السلام کو عطا فرمایا گیا۔[7]

اتوار کے اعمال

اتوار کا روزہ:

ممکن ہو تو اس دن کا روزہ رکھیے کہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہفتہ اور اتوار کا روزہ اکثر رکھا کرتے اور فرماتے: یہ دونوں (ہفتہ اور اتوار) مشرکین کی عید کے دن ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ ان کی مخالفت کروں۔[8] حکیم الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: ہفتہ کا دن یہود کی عید ہے اور اتوار کا دن عیسائیوں کی عید، ان میں وہ خوب کھاتے پیتے ہیں اور عیش کرتے ہیں، ہم نے ان کی مخالفت میں روزہ رکھا۔[9]

اتوار کے دن کے نوافل

امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا: اتوار کے دن کثرتِ نماز سے اللہ پاک کی وحدانیت بیان کرو۔ بے شک اللہ پاک یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ جس نے اتوار کے دن نمازِ ظہر کے فرض و سنتوں کے بعد چار رکعت نماز پڑھی، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ سجدہ پڑھی اور دوسری میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ ملک پڑھی، پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیرا، پھر آخری دو رکعتیں پڑھنے کے لئے کھڑا ہو گیا اور ان میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ جمعہ کی تلاوت کی اور اللہ پاک سے اپنی حاجت طلب کی تو اللہ پاک کے ذمۂ کرم پر ہے کہ اس کی حاجت پوری فرما دے۔[10]

شبِ اتوار کے نوافل

بیس رکعت پڑھے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص پچاس بار اور معوذتین ایک بار اور سلام کے بعد درود شریف سو بار اور استغفار سو بار اور لا حول شریف سو بار اور

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِی وَلِوَالِدَیَّ وَ لِمَنْ تَوَالَدَ وَ لِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمَاتِ الْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَ الْاَمْوَاتِ سوبار پڑھے۔(11)

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے: جو شبِ اتوار بیس رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد پچاس بار سورۂ اخلاص اور ایک ایک بار سورۂ فلق وناس پڑھے، پھر سو بار استغفار کرے، پھر اپنے لئے اور والدین کے لئے سو بار مغفرت کی دعا مانگے، سو بار درودِ پاک پڑھے، اپنی طاقت و قوت سے براءت کا اظہار کرے اور اللہ پاک کی پناہ طلب کرے، پھر یہ کلمات کہے:

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ آدَمَ صَفْوَۃُ اللہِ وَ فِطْرَتُہٗ وَ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلُ اللہِ وَ مُوْسٰی کَلِیْمُ اللہِ وَ عِیْسٰی رُوْحُ اللہِ وَ مُحَمَّداً حَبِیْبُ اللہِ، صَلَوَاتُ اللہِ وَ سَلَامُہٗ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنْ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ پاک کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت آدم علیہ السلام صفیُّ اللہ ہیں اور اللہ پاک نے انہیں اپنے دستِ قدرت سے بنایا ہے۔ حضرت ابراہیم خلیلُ اللہ، حضرت موسیٰ کلیمُ اللہ، حضرت عیسیٰ روحُ اللہ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم حبیب اللہ ہیں۔ تو اس کے لئے اللہ پاک سے اولاد کی دعا مانگنے والوں کی تعداد کے برابر ثواب ہے۔ بروزِ قیامت اللہ پاک اسے امن والوں کے ساتھ اٹھائے گا اور اللہ پاک کے ذِمّۂ کرم پر ہے کہ اسے انبیائے کرام کے ساتھ جنت میں داخل فرمائے۔(12)

وظائف

کام بنانے والا وظیفہ

جو ضرورت مند اتوار کے دن طلوعِ آفتاب کے وقت دس بار سورۂ کافرون پڑھے اس کا کام بن جائے گا۔(13)

اتوار کے دن کا غوثیہ وظیفہ

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ھُوَ اللہُ الَّذِی لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ، الْجَمِیْلُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ، اللَّطِیْفُ الْحَلِیْمُ الرَّؤُوْفُ الْعَفُوُّ، الْمُؤْمِنُ النَّصِیْرُ الْمُجِیْبُ الْمُغِیْثُ الْقَرِیْبُ السَّمِیْعُ الْمُجِیْبُ، ذُو الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ ذُو الطَّوْلِ، رَبِّ اکْسُنِی مِنْ جَمَالِ بَدِیْعِ الْاَنْوَارِ الْجَمَالِیَّۃِ مَا یُدْھِشُ اَلْبَابَ الذَّوَاتِ الْکَوْنِیَّۃِ، فَتَتَوَجَّہُ اِلٰی حَقَائِقِ الْمُکَوَّنَاتِ تَوَجُّہَ الْمَحَبَّۃِ الذَّاتِیَّۃِ الْجَاذِبَۃِ اِلٰی شُھُوْدِ مُطْلَقِ الْجَمَالِ الَّذِی لَا یُضَامُ قُطْبٌ وَ لَا یَقْطَعُ عَنْہُ اِظْلَامٌ وَ اجْعَلْنِی مَرْحُوْمًا مِنْ کُلِّ رَاحِمٍ بِحُکْمِ الْعَطْفِ الْحَیِّ الَّذِی لَا یَشُوْبُہُ انْتِقَامٌ، وَ لَا یَنْقُضُہُ غَضَبٌ، وَ لَا یَقْطَعُ مَدَدَہُ سَبَبٌ، وَ تَوَلَّ ذٰلِکَ بِحُکْمِ اَبَدِیَّۃٍ وَ ارِثِیَّتِکَ اِلٰی غَیْرِ نِھَایَۃٍ لَا تَقْطَعُھَا غَایَۃٌ یَا مَنْ حُکْمُہُ ھُوَ الرَّحِیْمُ، یَا رَبَّاہُ غَوْثَاہُ غَوْثَاہُ، یَا خَفِیًّا لَا یَظْھَرُ وَ یَا ظَاھِرًا لَا یَخْفٰی، لَطُفَتْ اَسْرَارُ وُجُوْدِکَ الْاَعْلٰی فَتَرٰی فِی کُلِّ مَوْجُوْدٍ، وَ عَلَتْ اَنْوَارُ ظُھُوْرِکَ الْاَقْدَسِ فَبَدَتْ فِی کُلِّ مَشْھُوْدٍ وَ اَنْتَ الْحَلِیْمُ الْمَنَّانُ بِالرَّاْفَۃِ وَ الْعَفْوِ، السَّمِیْعُ بِالْمَغْفِرَۃِ، مُؤْمِنُ الْخَائِفِیْنَ، نَصِیْرُ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ، الْقَرِیْبُ مِنْ جَمِیْعِ جِھَاتِ الْقُرْبِ وَ الْبُعْدِ عَنْ عُیُوْنِ الْعَارِفِیْنَ یَا کَرِیْمُ یَا کَرِیْمُ یَا ذَا الطَّوْلِ وَ الْاِکْرَامِ، سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔(14)

یاد رکھیے! ہماری زندگی کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ ہمارا ہر لمحہ، ہر قدم بلکہ ہر سانس اللہ پاک کی عبادت و ریاضت میں گزرے، دن ہو یا رات یا ہفتے کا کوئی بھی دن ہو ہمارا مقصدِ زندگی رضائے الٰہی کا حصول ہونا چاہیے کہ یہی کامیابی کا اصل راستہ ہے۔ اللہ پاک ہمیں ہر لمحے، ہر منٹ بلکہ ہر سانس میں اپنی رضا والے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

---

(1) عجائب المخلوقات، ص65 (2) فضائل الایام و الشہور، ص30 (3) فضائل الایام و الشہور، ص33 (4) اسلامی مہینوں کے فضائل، ص305 (5) فضائل الایام و الشہور، ص25 (6) غنیۃ الطالبین، 2/123 (7) غنیۃ الطالبین، 2/124 (8) ابنِ خزیمہ، 3/318، حدیث: 2167 (9) مراٰۃ المناجیح، 3/194 (10) قوت القلوب، 1/52 (11) جواہر خمسہ مترجم، ص58 (12) مفتاح السعادۃ، 3/57 (13) جنتی زیور، ص604 (14) مرقع کلیمی، ص38 تا 40

حضور کی اصحابِ بدر سے محبت

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 47ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کئے جا رہے ہیں۔)

محترمہ اختِ اسد عطاریہ (فرسٹ پوزیشن)
(طالبہ: درجہ رابعہ، جامعۃ المدینہ پاکپورہ سیالکوٹ)

اصحابِ بدر رضی اللہ عنہم کی جماعت وہ مقدس جماعت ہے جن کے بارے میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے محبت اور عظمت کے کلمات ارشاد فرمائے۔ ان خوش نصیبوں نے اللہ پاک اور اس کے رسول کی خاطر ہر قسم کی قربانی دی اور تاریخِ اسلام میں وفا و استقامت کی روشن مثال قائم کی۔ حضور کی ان سے محبت ہمیں یہ پیغام دیتی ہے کہ اللہ پاک کے دین کے لئے خلوص، یقین اور قربانی ہی اصل معیار ہے۔ آج اگر ہم کامیابی چاہتی ہیں تو ہمیں بھی اپنے ایمان کو مضبوط، اپنے کردار کو پاکیزہ اور اپنے اعمال کو مخلص بنانا ہو گا۔ اللہ پاک ہمیں اصحابِ بدر کی سچی محبت عطا فرمائے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین

اسلامی تاریخ میں غزوۂ بدر کو ایک فیصلہ کن مقام حاصل ہے۔ یہ وہ دن تھا جب مٹھی بھر اہلِ ایمان نے اللہ پاک پر کامل بھروسا کرتے ہوئے باطل کی بڑی قوت کا مقابلہ کیا۔ ان جانثاروں نے نہ اپنی قلتِ تعداد کی پروا کی اور نہ ہی سامان کی کمی کا شکوہ کیا، بلکہ ان کے دل یقینِ کامل سے لبریز تھے۔ یہی وہ مبارک جماعت ہے جسے دنیا اصحابِ بدر کے نام سے جانتی ہے۔

اسی جماعتِ مخلصین کی مدد کے لئے اللہ پاک نے آسمان سے فرشتے نازل فرمائے جن کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے: اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ مُرْدِفِیْنَ(۹) (پ9، الانفال: 9) ترجمہ: یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری فریاد قبول کی کہ میں ایک ہزار لگاتار آنے والے فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد کرنے والا ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اپنے ان جانثاروں سے بے حد محبت تھی، کیونکہ انہوں نے ہر آزمائش میں آپ کا ساتھ دیا۔ میدانِ بدر میں حضور کی دعائیں، آنسو اور اپنے ساتھیوں کے لئے فکر اس بات کی روشن دلیلیں ہیں کہ آپ ان سے کس قدر محبت و شفقت فرماتے تھے۔ جب کبھی اہلِ بدر کا ذکر آتا تو آپ ان کی عظمت بیان فرماتے اور ان کے مقام کو نمایاں کرتے۔

احادیثِ مبارکہ کے مطابق اللہ پاک نے اہلِ بدر کے بارے میں خصوصی مغفرت اور رضا کا اعلان فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر صحابۂ کرام بھی اہلِ بدر کا بے حد احترام کرتے تھے۔ ان کا شمار اسلام کے اولین اور عظیم ترین مجاہدین میں ہوتا ہے۔ حضور کی ان سے محبت در اصل ان کے اخلاص، وفاداری اور بے مثال قربانی کا اعتراف تھی۔

حضرت علی المرتضیٰ، شیرِ خدا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ (جو اہلِ بدر میں سے تھے) سے ایک معاملے میں خطا ہو گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن مار دوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ کریم اہلِ بدر سے واقف ہے اور اس نے یہ

Go To Index

فرمادیا ہے کہ تم اب جو عمل چاہو کرو بلاشبہ تمہارے لئے جنت واجب ہو چکی ہے یا (یہ فرمایا) کہ میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔[1]

نبی پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم بدری صحابہ کرام کو غیر معمولی محبت و عزت سے نوازتے، ایک مرتبہ کچھ بدری صحابہ حضور کی مجلس میں حاضر ہوئے جبکہ مجلس بھر چکی تھی، انہوں نے حضور اور اہلِ مجلس کو سلام کیا اور اس انتظار میں کھڑے ہوگئے کہ ان کے لئے جگہ کشادہ کی جائے، مگر کسی نے انہیں جگہ نہ دی، یہ بات حضور پر گراں گزری اور حضور نے اپنے سامنے والوں کو اٹھا کر بدری صحابہ کو ان کی جگہ پر بٹھا دیا۔[2]

اصحابِ بدر کی زندگیاں ہمیں یہ سبق دیتی ہیں کہ ایمان صرف الفاظ کا نام نہیں بلکہ عمل، صبر اور استقامت کا تقاضا کرتا ہے۔ انہوں نے دنیاوی مفاد کو چھوڑ کر اللہ پاک اور اس کے رسول کی رضا کو ترجیح دی اور یہی ان کی کامیابی کا راز تھا۔

اگر ہم حضور کی سچی محبت چاہتی ہیں تو ہمیں بھی دین کے لئے اخلاص اور وفاداری کو اپنانا ہوگا۔ اصحابِ بدر کی سیرت ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔

اللہ پاک ہمیں ان عظیم ہستیوں کی محبت عطا فرمائے اور ہمیں بھی دینِ اسلام کی خدمت کرنے والی بنادے۔ آمین

محترمہ بنتِ عبد القیوم عطاریہ
(طالبہ: درجہ رابعہ، جامعۃ المدینہ پاکپورہ سیالکوٹ)

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اصحابِ بدر سے محبت اور ان کی قدر و منزلت بہت خاص تھی۔ یہ وہ خوش نصیب صحابہ کرام تھے جنہوں نے غزوۂ بدر میں حضور کے ساتھ مل کر اسلام کی پہلی بڑی جنگ لڑی۔ اس جنگ کے دن کو قرآنِ پاک میں "یومِ فرقان" کا نام دیا گیا ہے۔

اصحابِ بدر کی تعداد 313 تھی۔ غزوۂ بدر اسلام کی تاریخ کا پہلا سب سے اہم معرکہ تھا جو ہجرت کے دوسرے سال 17 رمضان المبارک کو پیش آیا۔ مسلمان اس وقت بہت کم تعداد میں تھے اور ان کے پاس جنگی ساز و سامان بھی بہت کم تھا، اس کے برعکس قریشِ مکہ کا لشکر تقریباً ایک ہزار افراد پر مشتمل تھا اور وہ مکمل طور پر مسلح تھے۔

قرآنِ پاک میں عمومی طور پر صحابہ کی تعریف کے ضمن میں بیان فرمایا گیا: وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍۙ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ (پ11، التوبۃ:100) ترجمہ: اور بیشک مہاجرین اور انصار میں سے سابقینِ اولین اور دوسرے وہ جو بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے ہیں ان سب سے اللہ راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہیں۔

اصحابِ بدر چونکہ اولین مہاجرین و انصار میں شامل تھے اس لئے یہ آیت ان کی شان کو بھی شامل ہے۔

اللہ پاک نے بدر کے موقع پر اپنی خاص مدد نازل فرمائی جس کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے: وَ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌۚ (پ4، اٰل عمرٰن:123) ترجمہ: اور بیشک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم بالکل بے سر و سامان تھے۔

جن صحابہ کرام نے غزوۂ بدر میں حصہ لیا ان کے فضائل پر مشتمل فرامینِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم درج ذیل ہیں:

☆ مجھے امید ہے جو لوگ بدر اور حدیبیہ میں شریک تھے، ان شاء اللہ ان میں سے کوئی بھی جہنم میں نہیں جائے گا۔[3] ☆ بے شک اللہ کریم اہلِ بدر سے واقف ہے اور اس نے یہ فرمادیا ہے کہ تم اب جو عمل چاہو کرو بلاشبہ تمہارے لئے جنت واجب ہو چکی ہے یا (یہ فرمایا) کہ میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔[4] ☆ اصحابِ بدر کے نام پڑھ کر دعائیں کی جائیں تو ان شاء اللہ قبول ہوں۔[5] اللہ پاک ہمیں بھی اصحاب بدر کی سچی محبت عطا فرمائے، ان کی قربانیوں سے جو درس ملتا ہے اللہ پاک ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے دلوں کو ان کی محبت سے سرشار فرمادے۔ آمین

---

1 بخاری، 3/13، حدیث:3983 2 تفسیر خازن، 4/240 3 ابن ماجہ، 4/508، حدیث:4281 4 بخاری، 3/13، حدیث:3983 5 مراٰۃ المناجیح، 8/567

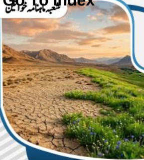

حضرت خضر علیہ السلام کے معجزات وعجائبات

خضر آپ کا لقب ہے، جبکہ آپ کا نام بلیا بن ملکان اور کنیت ابو العباس ہے۔ حاشیہ صاوی میں ہے: بعض عارفین فرماتے ہیں کہ جس نے حضرت خضر کا نام ولدیت، کنیت اور لقب سمیت یاد رکھا اس کا خاتمہ اسلام پر ہو گا۔[1] آپ کے خضر لقب ہونے کی کئی وجوہات بیان فرمائی گئی ہیں: ایک سبب نبیِ پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ ان کا نام خضر اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہ خشک گھاس پر بیٹھتے تو ان کے قدموں کے نیچے اور اس کے ارد گرد کی گھاس سر سبز ہو کر لہرانے لگتی تھی۔[2] جبکہ ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ جہاں آپ نماز پڑھتے اس کے ارد گرد کی جگہ سر سبز ہو جاتی، نیز ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ کے حسن وجمال اور چہرے کی چمک دمک کی وجہ سے آپ کا یہ نام رکھا گیا۔[3]

آپ کے نبی ہونے پر دلائل: آپ کے نام، نسب اور حیات کی طرح آپ کی نبوت میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے، آپ کا ولی ہونا تو یقینی ہے مگر نبوت کے بارے میں بعض کا اختلاف ہے، البتہ! راجح اور صحیح یہی ہے کہ آپ نبی ہیں اس پر دلیل یہ ہے کہ آپ نے لڑکے کو قتل کر کے فرمایا: یہ میں نے اپنی مرضی سے نہیں کیا! یعنی انہوں نے وحی کے ذریعے اس کو قتل کیا اور وحی کا تعلق نبوت سے ہے، کسی کو ناحق قتل کرنا حرام ہے اور یہ حرمت صرف دلیلِ قطعی سے ہی اٹھ سکتی ہے جو کہ وحی ہے، اگر آپ ولی ہوتے اور الہام کے ذریعے ایسا کرتے تو یہ جائز نہیں تھا کیونکہ الہام دلیلِ قطعی نہیں ہوتا بلکہ دلیلِ ظنی ہوتا ہے اور دلیلِ ظنی کی بنیاد پر کسی کو قتل کرنا جائز نہیں۔ نیز تکوینی معاملات میں حضرت خضر کا علم حضرت موسیٰ سے زیادہ تھا اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ ولی کا علم کسی بھی صورت نبی سے زیادہ ہو، لہٰذا یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت خضر نبی ہیں۔[4]

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اور سیدنا خضر علیہ السلام بھی جمہور کے نزدیک نبی ہیں اور ان کو خاص طور سے علمِ غیب عطا ہوا ہے۔[5]

آپ زندہ ہیں: حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کے بارے میں شدید اختلاف ہے، تاہم اکثر علما اور تمام اہلِ باطن واہلِ معرفت صوفیائے کرام کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور آپ کے زندہ ہونے پر دلیل وہ حدیث ہے جو امام حاکم نے مستدرک میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وفات پائی اور صحابہ کرام جمع ہوئے تو ایک آدمی داخل ہوا جس کی سیاہ سفید داڑھی، خوب صورت بھاری بھر کم جسم تھا۔ وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آگے بڑھا اور رو پڑا۔ پھر اس نے صحابہ کرام کو دیکھا اور کہا: ہر مصیبت میں اللہ پاک کی طرف سے صبر، ہر ہاتھ سے نکل جانے والی چیز کا بدلہ اور ہر ہلاک ہونے والے کا جانشین ہوتا ہے۔ تم سب اللہ پاک ہی کی طرف رجوع کرو اور اسی کی طرف رغبت رکھو۔ اللہ پاک کی نگاہ مصیبت اور آزمائش میں تمہاری طرف ہے۔ تم بھی غور کرو! مصیبت زدہ وہ ہے جس کی تلافی نہ ہو سکے۔ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ بات کرنے والے حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔[6] اس روایت سے ان کے زندہ ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کے اب تک زندہ ہونے کی دو وجوہات بیان کی گئی ہیں: ایک قول کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام نے ان کے لئے لمبی زندگی کی دعا کی تھی، جیسا کہ حافظ ابنِ کثیر نے ابنِ اسحاق کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو خبر دی کہ عنقریب لوگوں پر طوفان آئے گا اور انہیں وصیت کی کہ جب یہ واقعہ پیش آئے تو وہ ان کے جسم کو اپنے ساتھ کشتی میں رکھیں اور اسے اسی

Go To Index

جگہ دفن کریں جس کی انہوں نے نشاندہی کی تھی۔ چنانچہ جب طوفان آیا تو انہوں نے آپ کے جسم کو اپنے ساتھ رکھا اور جب وہ زمین پر اترے تو حضرت نوح علیہ السّلام نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ وہ آپ کے جسم کو لے جا کر اسی جگہ دفن کریں جہاں وصیت کی گئی تھی۔ انہوں نے کہا: وہ زمین سنسان ہے اور اس پر وحشت طاری ہے۔ حضرت نوح نے انہیں اس کام پر ابھارتے ہوئے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السّلام نے اس شخص کے لئے طویل عمر کی دعا کی ہے جو ان کی تدفین کرے گا، لیکن وہ لوگ اِس وقت اُس مقام تک جانے سے گھبرائے، لہٰذا حضرت آدم کا جسم ان کے پاس ہی رہا، یہاں تک کہ حضرت خضر علیہ السّلام نے اس کی تدفین کی ذمہ داری سنبھالی اور اللہ پاک نے ان کے حق میں اپنا وعدہ پورا فرمایا، پس وہ زندہ ہیں اور جب تک اللہ چاہے زندہ رہیں گے۔[7]

دوسری وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جمہور علما کی رائے یہ ہے کہ حضرت خضر زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے، ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے آبِ حیات پی لیا تھا۔[8]

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جمہور علما کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت خضر زندہ ہیں اور ہم میں موجود ہیں، اس معاملے پر عارفین اور صوفیائے کرام تمام کا اتفاق ہے، اور صوفیائے کرام کی ان کو دیکھنے، ان سے ملنے، ان سے علم حاصل کرنے اور ان سے سوال جواب کے متعلق حکایات مشہور ہیں اور مقدس مقامات اور خیر کی مجلسوں میں ان کی حاضری کے متعلق بے شمار واقعات موجود ہیں۔[9]

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ دونوں (حضرت خضر و الیاس) زمین پر تشریف فرما ہیں، دریا سیدنا خضر علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق ہے اور خشکی سیدنا الیاس علیہ الصلوۃ والسلام کے، دونوں صاحبان حج کو ہر سال تشریف لاتے ہیں، بعدِ حج آپ زمزم شریف پیتے ہیں کہ وہی سال بھر تک ان کے کھانے پینے کو کفایت کرتا ہے۔[10]

حضرت خضر سے ملاقات کرنے والے حضرات: صحابہ کرام سمیت کثیر حضرات نے حضرت خضر علیہ السّلام سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ہے، مثلاً: ایک مرتبہ مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نمازِ جنازہ پڑھا رہے تھے کہ اچانک انہوں نے ایک آواز سنی کہ اللہ پاک آپ پر رحم فرمائے، ہمیں پیچھے نہ چھوڑیں۔ حضرت عمر ٹھہر گئے یہاں تک کہ وہ شخص صف میں شامل ہو گیا۔ پھر اس شخص نے میت کے لئے دعا کرتے ہوئے کہا: اے اللہ! اگر تو اسے عذاب دے تو اس نے یقیناً تیری بہت نافرمانی کی ہے اور اگر تو اسے بخش دے تو وہ تیری رحمت کا محتاج ہے۔ تدفین کے بعد حضرت عمر نے اس شخص کو تلاش کرنے کا حکم دیا مگر وہ اچانک غائب ہو گیا۔ لوگوں نے دیکھا تو اس کے قدموں کا نشان ایک ہاتھ (تقریباً ایک گز) لمبا تھا۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا: اللہ کی قسم! یہ وہی خضر ہیں جن کے متعلق ہمیں حضور نے بتایا تھا۔ اسی طرح حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے ایک بزرگ کو دیکھا جو غلافِ کعبہ کو پکڑ کر کہہ رہے تھے: یَا مَنْ لَا یَمْنَعُہٗ سَمْعٌ مِنْ سَمْعٍ، وَیَا مَنْ لَا تُغْلِطُہُ الْمَسَائِلُ، وَیَا مَنْ لَا یُبْرِمُہٗ اِلْحَاحُ الْمُلِحِّیْنَ وَلَا مَسْئَلَۃُ السَّائِلِیْنَ، اُرْزُقْنِیْ بَرْدَ عَفْوِکَ وَحَلَاوَۃَ رَحْمَتِکَ۔ حضرت علی نے ان سے یہ دعا دوبارہ مانگنے کو کہا تو وہ بولے: آپ نے یہ دعا سن لی ہے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں خضر کی جان ہے! جو اس دعا کو فرض نماز کے بعد پڑھے اس کے گناہ خواہ سمندر کے جھاگ، درختوں کے پتوں اور تاروں کی تعداد کے برابر ہوں بخش دیئے جائیں گے۔[11]

کئی اولیائے کرام نے بھی حضرت خضر سے ملاقات کی ہے، چنانچہ حضرت داتا گنج بخش کی حضرت خضر علیہ السّلام سے ملاقاتوں کے متعلق حضرت علی خوّاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت خضر علیہ السّلام سے ملاقات کی تین شرطیں ہیں: (1) وہ سنت کا عامل ہو (2) دنیا پر لالچی نہ ہو (3) مسلمانوں کے لئے اس کا سینہ بالکل صاف ہو، نہ تو اس کے دل میں کینہ ہو نہ ہی حسد اور نہ ہی وہ کسی پر تکبر کرتا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ داتا صاحب ان تینوں صفات کے حامل تھے: آپ عاملِ سنت بھی تھے، دنیا کے لالچ سے دور تھے اور مسلمانوں کے خیر خواہ تھے جبھی آپ نے حضرت خضر سے نہ صرف ملاقات کی بلکہ شرفِ صحبت بھی پایا۔[12]

---

(1) حاشیہ صاوی، 4/1207 (2) بخاری، 2/441، حدیث: 3402 (3) عمدۃ القاری، 2/84 (4) عمدۃ القاری، 2/84، 85 مفہوماً (5) فتاویٰ رضویہ، 26/401 (6) مستدرک، 3/605، حدیث: 4448 (7) البدایۃ و النہایۃ، 1/429 (8) عمدۃ القاری، 2/85 (9) شرح صحیح مسلم للنووی، 15/135، 136 (10) فتاویٰ رضویہ، 26/401 (11) البدایۃ و النہایۃ، 1/437 (12) فیضان داتا علی ہجویری، ص 24

سیدہ اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا

اُمُّ المومنین سیدہ اُمِّ حبیبہ کا اصلی نام رملہ [1] اور ایک قول کے مطابق ہند ہے۔ آپ کی کنیت اپنی صاحبزادی حبیبہ کی نسبت سے اُمِّ حبیبہ مشہور ہوئی۔ [2] آپ سردارِ مکہ ابو سفیان کی صاحبزادی ہیں اور آپ کی والدہ سیدہ صفیہ بنتِ ابو العاص ہیں، جو امیر المومنین حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ہیں۔ [3] آپ کا نسب پانچویں جَدِّ محترم حضرت عبدِ مناف میں حضور کے نسب مبارک سے مل جاتا ہے، جو حضور کے چوتھے دادا ہیں۔ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کے بعد آپ کا نسب سب سے کم واسطوں سے حضور تک پہنچتا ہے، جس میں صرف چار واسطے ہیں۔ [4] آپ کی ولادت اعلانِ نبوت سے 17 سال پہلے مکہ مکرمہ کی مبارک سرزمین پر ہوئی۔ [5]

اوصافِ مبارکہ

سیدہ اُمِّ حبیبہ بہت پاکیزہ ذات، حمیدہ صفات کی جامع، نہایت ہی بلند ہمت، سخی طبیعت کی مالک اور بہت ہی مضبوط ایمان والی خاتون تھیں۔ [6] آپ بہادری، دین داری، امانت اور دیانت میں اپنی مثال آپ تھیں۔ آپ کے جوشِ ایمانی اور جذبۂ اسلامی کے واقعات عجیب و غریب ہیں جو تاریخوں میں لکھے ہوئے ہیں۔ [7] اللہ پاک نے آپ کو سیرت کے ساتھ صورت کی خوبصورتی بھی عطا فرمائی تھی۔ چنانچہ آپ کے والد ابو سفیان کا بیان ہے کہ میرے نزدیک عرب کی حسین تر اور جمیل تر عورت اُمِّ حبیبہ بنتِ ابی سفیان ہیں۔ [8] آپ انتہائی عبادت گزار، حضور کی بے انتہا خدمت گزار اور وفادار بیوی تھیں۔ [9] آپ السابقون الاولون صحابیات میں شامل ہیں۔ [10] آپ نے اور سیدہ اُمِّ سلمہ نے اپنے حبشہ کے قیام کے دوران نجاشی کی قبر پر نور چمکتے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ [11] آپ کا شمار ان 9 مقدس بیویوں میں ہوتا ہے جو وصالِ مصطفےٰ کے وقت حضور کی خدمت میں موجود تھیں۔ [12]

اِتّباعِ سنت کا جذبہ: آپ حضور کے ہر قول و فعل کی پیروی میں کمال رکھتی تھیں۔ ایک بار حضور نے روزانہ 12 رکعت نفل کی ترغیب دلائی تو آپ نے زندگی بھر اس کی پابندی کی۔ [13] اسی طرح جب آپ کے والد حضرت ابو سفیان کی ملکِ شام سے وفات کی خبر آئی تو تیسرے دن آپ نے زرد رنگ کی خوشبو منگوا کر رخساروں اور کلائیوں پر ملی اور فرمایا کہ مجھے خوشبو کی حاجت نہ تھی، مگر میں نے حضور سے سنا ہے کہ شوہر کے علاوہ کسی کا سوگ تین دن سے زیادہ جائز نہیں۔ [14]

پہلا نکاح، ہجرتِ حبشہ اور عظیم آزمائش: آپ کا پہلا نکاح (ام المومنین سیدہ زینب بنتِ جحش کے بھائی) عبید اللہ بن جحش سے ہوا۔ میاں بیوی دونوں اسلام لائے اور حبشہ کی طرف ہجرتِ ثانیہ کی، جہاں بیٹی حبیبہ پیدا ہوئی۔ [15] حبشہ میں آپ نے خواب دیکھا کہ آپ کے شوہر کی صورت بہت بد نما اور بد شکل ہو گئی ہے، جس سے آپ گھبرا گئیں۔ صبح شوہر نے بتایا کہ وہ اسلام چھوڑ کر نصرانی (عیسائی) ہو گیا ہے۔ آپ نے اسے خواب سنا کر ڈرایا اور اسلام کی طرف بلایا مگر وہ نہ مانا اور اسی حالت میں شراب پیتے پیتے مر گیا۔ [16] مگر آپ اسلام پر استقامت کے ساتھ ثابت قدم رہیں۔ [17]

نکاحِ مصطفےٰ کی بشارت اور پیغامات: آپ نے خواب دیکھا کہ کوئی

آپ کو اُمُّ المومنین کہہ کر پکار رہا ہے۔ جس کی آپ نے یہ تعبیر نکالی کہ حضور آپ سے نکاح فرمائیں گے۔[18] جب حضور کو ان کی حالت معلوم ہوئی تو قلبِ نازک پر بے حد صدمہ گزرا اور آپ نے ان کی دلجوئی کے لئے (اور آپ کی حالت وغربت کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے[19]) حضرت عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی بادشاہ حبشہ کے پاس بھیجا اور خط لکھا کہ تم میرے وکیل بن کر سیدہ اُمِّ حبیبہ کے ساتھ میرا نکاح کر دو۔ جب نجاشی کے پاس حضور کے مُبارک خطوط پہنچے تو انہوں نے نہایت ادب واحترام کے ساتھ لے کر اپنی آنکھ پر رکھ لئے، انتہائی عاجزی و انکساری سے تخت سے نیچے اتر کر زمین پر بیٹھ گئے اور حق کی گواہی دیتے ہوئے مسلمان ہوگئے۔[20] نیز تابعی کے منصب پر فائز ہوئے۔[21]

نجاشی نے اپنی لونڈی ابرہہ کے ذریعے پیغام بھیجا۔ سیدہ اس خوشخبری کو سن کر اتنی خوش ہوئیں کہ اپنے زیورات اتار کر اسے عطا کر دیئے۔ بعد میں جب حضرت اُمِّ حبیبہ رَملہ بنتِ ابو سفیان کے پاس مال آیا تو آپ نے ابرہہ کو بُلا کر فرمایا: پہلے میں نے تمہیں جو تھوڑا بہت مال دیا تھا وہ ایسا وقت تھا کہ خود میرے پاس بھی کچھ نہ تھا، اب یہ پچاس مثقال سونا ہے اِسے لو اور کام میں لاؤ۔ یہ سن کر ابرہہ نے ایک تھیلی نکالی جس میں وہ سب چیزیں تھیں جو سیدہ اُمِّ حبیبہ نے انہیں عطا فرمائی تھیں، ابرہہ نے اِنہیں واپس کرتے ہوئے کہا: بادشاہ سلامت نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ میں آپ سے کچھ نہ لوں اور میں تو بادشاہ کی خدمت گار ہوں۔ مزید کہا: میں نے دینِ محمدی کی پیروی اختیار کرتے ہوئے خالص رضائے الٰہی کے لئے اسلام قبول کر لیا ہے۔ نجاشی نے شاہی محل میں حضرت جعفر بن ابی طالب اور حبشہ میں موجود دیگر صحابہ کرام کی موجودگی میں خطبہ پڑھا اور نکاح کیا۔[22] اس طرح کہ حضور حجاز میں تشریف فرما تھے اور حضرت اُمِّ حبیبہ حبشہ میں، نجاشی بادشاہ نے ام حبیبہ سے اجازت لے کر مجمع کے سامنے ان کا نکاح حضور انور سے کر کے اطلاع حضور کو بھیج دی حضور نے یہ نکاح مجمع صحابہ میں قبول فرما لیا، اسے غائبانہ نکاح کہتے ہیں اب بھی جائز ہے۔[23]

ابرہہ لونڈی نے آپ کو تیار کیا۔ عُود، زعفران، عنبر اور زباد جیسی خوشبویات پیش کیں اور اپنا سلام حضور تک پہنچانے کی درخواست کی۔ جب آپ بارگاہِ نبوی میں پہنچیں، نکاح کا پیغام ملنے اور ابرہہ کے اچھے سلوک کے متعلق بتایا نیز اس کا سلام پہنچایا تو آپ نے مسکرا کر جواب دیا: وَعَلَيْهَا السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ۔ حضور شاہِ حبشہ کی طرف سے سیدہ ام حبیبہ کی خدمت میں پیش کی گئی چیزیں سیدہ کے استعمال میں دیکھتے تو ناپسند نہ فرماتے تھے۔[24] سیدہ کی طرف سے ان کے وکیل حضرت خالد بن سعید بن عاص بنے۔[25] جو بی بی ام حبیبہ کے والد یعنی ابو سفیان کے چچا ہیں۔ نجاشی نے حضور کی طرف سے چار سو دینار یعنی چار ہزار درہم اپنی جیب سے مہر ادا کیا۔[26] یہ نکاح 7 ہجری میں ہوا۔[27] اور ایک قول کے مطابق نکاح کی تاریخ 6 ہجری ہے۔[28] نکاح کے وقت آپ کی عمر مبارک 32 سال تھی۔[29] نکاح کے بعد نجاشی نے سنتِ انبیا کے مطابق تمام حاضرین کو شکم سیر ہو کر کھانا کھلایا۔[30] پھر آپ کو حضرت شرحبیل بن حسنہ کے ہمراہ مدینہ روانہ کیا۔[31] حسنہ شرحبیل کی والدہ کا نام ہے۔[32]

بسترِ نبوی کی تعظیم: صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آپ کے والد ابو سفیان جو ابھی تک ایمان نہ لائے تھے، مدینے آئے اور حضور کے بستر پر بیٹھنے لگے تو آپ نے بستر لپیٹ دیا اور فرمایا: یہ بسترِ نبوت ہے اور آپ ناپاک مشرک ہیں، میں یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ آپ اس پاک بستر پر بیٹھیں۔[33]

بھائی سے محبت: حضور نے آپ کو اپنے بھائی حضرت امیر معاویہ کے سر کو چومتے دیکھا تو فرمایا: کیا تم ان سے محبت کرتی ہو؟ عرض کی: بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ میں اپنے بھائی سے محبت نہ کروں! فرمایا: بے شک اللہ پاک اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔[34]

علمی مقام اور مرویاتِ حدیث: سیدہ ام حبیبہ نے حضور سے کئی

Go To Index

احادیث روایت کی ہیں جو احادیث کی 6 مستند کتابوں میں موجود ہیں۔(35) آپ سے کتبِ احادیث میں 65 احادیث مروی ہیں۔ ان میں سے دو متفق علیہ ہیں اور ایک تنہا مسلم میں ہے۔(36) آپ کے شاگردوں میں آپ کی بیٹی حبیبہ، آپ کے دو بھائی معاویہ و عتبہ، بھانجے ابوسفیان بن سعید، دو آزاد کردہ غلام سالم و ابو الجراح،(37) بھتیجے عبدُ الله بن عتبہ بن ابی سفیان، مشہور تابعی عُروہ بن زبیر، ابو صالح سَمَّان، صفیہ بنتِ شَیْبَہ، زینب بنتِ ابی سَلَمَہ، شُتَیْر بن شَکَل، ابوالمَلِیح عامر هُذَلی اور دیگر کئی جلیلُ القدر حضرات شامل ہیں۔(38)

آخری ایام، وصال اور منفرد مشاہدات: حضور کے ساتھ آپ کی زندگی کے 5 سال گزرے۔(39) وفات سے پہلے آپ نے سیدہ عائشہ اور سیدہ اُمِّ سلمہ کو بلایا اور سوکنوں کے درمیان ہونے والی بشری رنجشوں کی معافی مانگی، جس پر انہوں نے خوشی سے دعا دی۔(40) آپ کا وصال مدینہ منورہ میں 44 ہجری میں حضرت امیرِ معاویہ کے دورِ خلافت میں ہوا۔(41) ایک قول کے مطابق آپ کا وصال شام میں(42) 40 ہجری میں ہوا۔(43) وصال کے وقت آپ کی عمر 69 سال تھی۔(44) آپ جنت البقیع میں ازواجِ مطہرات کے پہلو میں دفن ہوئیں۔(45)

یہ بھی منقول ہے کہ امام زین العابدین نے مدینے شریف میں مولیٰ علی کے مکانِ عالیشان کا گوشہ کھدواتے ہوئے ایک پتھر پر یہ لکھا دیکھا: یہ رملہ بنتِ صخر کی قبر ہے۔(46)

شیخ الحدیث حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی فرماتے ہیں: اللہ اکبر! حضرت بی بی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کتنی عبرت خیز اور تعجب انگیز ہے! سردارِ مکہ کی شہزادی ہو کر دین کے لئے اپنا وطن چھوڑ کر حبشہ کی دور دراز جگہ میں ہجرت کر کے چلی جاتی ہیں اور پناہ گزینوں کی ایک جھونپڑی میں رہنے لگتی ہیں۔ پھر بالکل ناگہاں (اچانک) یہ مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا ہے کہ شوہر جو پردیس کی زمین میں تنہا ایک سہارا تھا عیسائی ہو کر الگ تھلگ ہو گیا اور کوئی دوسرا سہارا نہ رہ گیا مگر ایسے نازک اور خطرناک وقت میں بھی ذرا بھی ان کا قدم نہیں ڈگمگایا اور پہاڑ کی طرح دینِ اسلام پر قائم رہیں۔ اک ذرا بھی ان کا حوصلہ پست نہیں ہوا، نہ انہوں نے اپنے کافر باپ کو یاد کیا، نہ اپنے کافر بھائیوں، بھتیجوں سے کوئی مدد طلب کی۔ خدا پر توکل کر کے ایک نامانوس پردیس کی زمین میں پڑی خدا کی عبادت میں لگی رہیں یہاں تک کہ خدا کے فضل و کرم اور رحمت للعالمین کی رحمت نے ان کی دستگیری کی اور بالکل اچانک خداوند قدوس نے ان کو اپنے محبوب کی محبوبہ بی بی اور ساری امت کی ماں بنا دیا کہ قیامت تک ساری دنیا ان کو اُمُّ المومنین کہہ کر پکارتی رہے گی اور قیامت میں بھی ساری خدائی خدا کے اس فضل و کرم کا تماشا دیکھے گی۔ اے مسلمان عورتو! دیکھو ایمان پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے اور خدا پر توکل کرنے کا پھل کتنا میٹھا اور کس قدر لذیذ ہوتا ہے! اور یہ تو دنیا میں اجر ملا ہے ابھی آخرت میں ان کو کیا کیا اجر ملے گا؟ اور کیسے کیسے درجات کی بادشاہی ملے گی؟ اس کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ہم لوگ تو ان درجوں اور مرتبوں کی بلندی و عظمت کو سوچ بھی نہیں سکتے۔ اللہ اکبر! اللہ اکبر۔(47)

---

(1) سیرت مصطفیٰ، ص668 (2) اصابہ، 8/140، رقم:11190 (3) سیرت مصطفیٰ، ص668 (4) فیضان امہات المومنین، ص273 (5) اصابہ، 8/140، رقم:11190 (6) سیرت مصطفیٰ، ص669 (7) جنتی زیور، ص490 ملخصاً (8) مسلم، ص1043، حدیث:6409 (9) جنتی زیور، ص490 (10) فیضان امہات المومنین، ص25 (11) مراۃ المناجیح، 8/273 (12) مراۃ المناجیح، 5/81 ماخوذاً (13) مسلم، ص287، حدیث:1696 ملخصاً (14) بخاری، 1/432، حدیث:1280 (15) طبقات ابن سعد، 8/76 (16) مستدرک، 5/26، حدیث:6837 (17) سیرت مصطفیٰ، ص668 (18) مستدرک، 5/27، حدیث:6837 (19) سیرت رسول عربی، ص611 (20) الوفاء باحوال المصطفیٰ، 2/266، 267 (21) مراۃ المناجیح، 8/245 (22) مستدرک، 5/27، حدیث:6837 ملتقطاً (23) مراۃ المناجیح، 5/71 (24) مستدرک، 5/27، 28، حدیث:6837 (25) مدارج النبوت، 2/481 (26) مراۃ المناجیح، 5/71 (27) سیرت سید الانبیاء، ص405 (28) مراۃ المناجیح، 5/71 (29) آخری نبی کی پیاری سیرت، ص138 (30) مدارج النبوت، 2/481 (31) نسائی، ص545، حدیث:3347 (32) مراۃ المناجیح، 5/71 (33) مدارج النبوت، 2/481 (34) مجمع الزوائد، 9/595، حدیث:15923 (35) شرح زرقانی، 4/409 (36) مدارج النبوت، 2/482 (37) شرح زرقانی، 4/409 (38) سیر اعلام النبلاء، 3/485 (39) آخری نبی کی پیاری سیرت، ص138 (40) طبقات ابن سعد، 8/79 (41) استیعاب، 4/403 (42) مدارج النبوت، 2/482 (43) مدارج النبوت، 2/482 (44) آخری نبی کی پیاری سیرت، ص138 (45) سیرتِ مصطفیٰ، ص670 (46) استیعاب، 4/403 (47) جنتی زیور، ص490

ہمارا انتخاب رضائے ربِّ کائنات

محترمہ اُمِّ سلمہ مدنیہ عطاریہ ملیر کراچی

اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں: جب یہ آیت وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُیُوْبِهِنَّ (پ18، النور: 31) (ترجمہ: اور وہ اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں) نازل ہوئی تو عورتوں نے اپنی تہبند کی چادروں کو کناروں سے پارہ پارہ کیا اور اُن سے اپنے چہرے ڈھانپے۔[1]

سبحان اللہ! ہماری بزرگ خواتین کا حکمِ الٰہی پر عمل کا جذبہ بھی کیا ہی خوب تھا۔ یاد رکھیے! عورت پر نامحرموں سے پردہ کرنا فرض ہے اور اصل مذہب کے مطابق عورت کے لئے سوائے چہرے کی ٹکلی، ہتھیلی اور ٹخنے کے نیچے پاؤں کہ جسے ظاہرِ زینت کہا جاتا ہے تمام جسم کا اجنبی سے چھپانا ضروری ہے اور مُتَأَخِّرِین کے نزدیک اجنبی مرد سے یہ تین اعضاء بھی چھپائے جائیں گے۔[2] مگر اس پُر فتن دور میں بغیر ضرورت عورت کا غیر محرم کے سامنے چہرہ کھولنا منع ہے، اسی طرح غیر محرم کا اس کی طرف دیکھنا بھی جائز نہیں۔ مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے رب کے حکم پر سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے فوراً لبیک کہے اور اس پر عمل کرے، جیسا کہ مذکورہ واقعے سے واضح ہے۔ مگر افسوس کہ آج ہم اللہ پاک کو راضی کرنے والے کاموں کو ترجیح دینے کے بجائے نفس و شیطان کی پیروی اور دنیاوی رسم و رواج کی دوڑ میں لگ گئی ہیں۔ پردے کے معاملے میں بھی یہی صورت حال ہے؛ کبھی لوگوں کی باتوں، ماحول یا مذاق کے خوف سے پیچھے ہٹ جاتی ہیں، کبھی یہ سوچ مانع بنتی ہے کہ پہلے پردہ نہیں کیا تو لوگ کیا کہیں گے، یا رشتے اور دیگر معاملات متاثر ہوں گے۔ حالانکہ یہ سب ہماری کم ہمتی اور اللہ پاک پر بھروسے کی کمی کا نتیجہ ہے۔ حقیقت میں اکثر رکاوٹ ہماری اپنی نفسانی خواہشات ہی ہوتی ہیں، جو زینت ظاہر کرنے پر آمادہ کرتی ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنی رکاوٹوں کے باوجود پردہ کیسے کیا جائے؟ چنانچہ سب سے پہلے ضرورت ہے پکے ارادے کی: یہ عزم کہ مجھے بے پردگی کے گناہ سے بچنا ہے اور حکمِ شریعت کے مطابق اسلامی پردہ اپنانا ہے۔ لوگوں کی رائے ہمیشہ مختلف ہوگی اور سب کو خوش کرنا ممکن نہیں۔ اگر بے پردہ رہیں تو باحیا طبقے میں حوصلہ شکنی ہوگی اور اگر اسلامی پردہ اختیار کریں تو دین سے بیزار لوگ آپ کو دقیانوسی یا تنگ نظر کہیں گے اور کچھ مذاق بھی اُڑائیں گے۔ یہ آپ پر منحصر ہے کہ کس طبقے کی پسند کو اہمیت دیتی ہیں۔ یاد رکھیے! موت کسی بھی وقت آسکتی ہے۔ اگر ارادہ مضبوط اور اعتماد پکا ہو تو لوگوں کے رویے کا اثر کم ہو جائے گا۔ فی زمانہ بہت سی خواتین انہی حالات میں پردہ کرتے ہوئے بھی اپنے تمام امور کامیابی سے انجام دے رہی ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ذہن مضبوط بنایا جائے، نفس و شیطان سے مقابلہ کیا جائے اور اسلامی پردہ سمیت تمام احکاماتِ الٰہیہ پر عمل کی طرف توجہ دی جائے۔

بالفرض اگر کچھ دنیاوی نقصان ہو بھی جائے تو فکر نہ کیجیے، بس آخرت کا نقصان نہ ہو۔ حدیثِ مبارک میں ہے: جو اپنی دنیا سے محبت کرتا ہے، وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو اپنی آخرت سے محبت کرتا ہے، وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے۔[3] اس لئے فنا ہونے والی دنیا پر باقی رہنے والی آخرت کو ترجیح دیجیے۔

---

1 بخاری، 3/290، حدیث: 4759 2 پردے کے بارے میں سوال جواب، ص 73، 74 3 مسند امام احمد، 32/470، حدیث: 19697

شرح قصیدۂ معراجیہ (قسط12)

محترمہ بنتِ اشرف مدنیہ عطاریہ ڈبل ایم اے (اردو، مطالعہ پاکستان) گوجرہ منڈی بہاؤالدین

47

سُراغِ اَین و متیٰ کہاں تھا نشانِ کیف و اِلیٰ کہاں تھا

نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگِ منزل نہ مرحلے تھے

مشکل الفاظ کے معانی: **سراغ:** کھوج، نشان۔ **این:** کہاں۔ **متیٰ:** کب۔ **کیف:** کیسے۔ **الیٰ:** تک۔ **راہی:** مسافر، راہ گیر۔ **سنگِ منزل:** وہ پتھر جو منزل کی نشانی کے طور پر لگایا گیا ہو۔

مفہومِ شعر: نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کب، کدھر، کیسے اور کہاں تک گئے تھے؟ اس کا کوئی سراغ یا نشان کسی کے پاس نہیں۔

شرح: یہ شعر پچھلے شعر کی وضاحت کر رہا ہے کہ واقعۂ معراج عقلِ انسانی میں کیونکر آسکتا ہے کیونکہ حضور وہاں تک گئے جہاں ”کب، کہاں اور کیسے“ کا سراغ و نشان بھی نہیں تھا۔ یہ چاروں الفاظ ”کب، کہاں، کدھر اور کیسے“ سوال کے لئے استعمال ہوتے ہیں کہ آدمی کہاں گیا، کب گیا، کس طرف گیا اور کیسے گیا؟ ان تمام سوالات کا جواب کسی کے پاس نہیں کیونکہ حضور اُس راہ پر چلے کہ جہاں نہ کوئی ساتھی تھا نہ ہم سفر اور نہ کوئی نشان جو منزل کا پتا دے، بس آپ ہی آپ تھے، جہاں تک آپ گئے وہاں کوئی اور جا ہی نہیں سکتا تھا۔

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرِ عرش تخت نشیں ہوئے

وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

بقول امام بوصیری حضور رات کے ایک مختصر سے حصے میں حرمِ مکہ سے بیت الاقصیٰ کی طرف تشریف لے گئے، جیسے اندھیری رات میں چودھویں کا چاند گردش کرتا ہے اور حضور اس رات ترقی فرماتے رہے یہاں تک کہ قابَ قوسین کی منزل پر پہنچے جو نہ کسی نے پائی نہ کسی کو ہمت ہوئی، حضور نے اپنی نسبت سے تمام مقامات کو پست فرما دیا۔ حضور نے وہ تمام فخر جمع فرما لئے جس میں کسی کی شرکت کی گنجائش نہ تھی اور حضور تمام مقام سے گزر گئے جس میں اوروں کا ہجوم نہ تھا۔[1]

48

اُدھر سے پیہم تقاضے آنا اِدھر تھا مشکل قدم بڑھانا

جلال و ہیبت کا سامنا تھا جمال و رحمت اُبھارتے تھے

مشکل الفاظ کے معانی: **پیہم:** مسلسل۔ **تقاضے:** مطالبے۔ **جلال و ہیبت:** رعب و دبدبہ۔

مفہومِ شعر: ادھر بارگاہِ الٰہی سے بار بار بلاوا آرہا تھا اور ادھر ادب و احترام کے تقاضے کے پیشِ نظر حضور کو قدم بڑھانا مشکل ہو رہا تھا، ہیبت و جلال آگے بڑھنے سے روک رہے تھے اور جمال و رحمتِ خداوندی آگے بڑھنے پر ابھار رہی تھی۔

شرح: حضور جب قربِ خاص میں پہنچے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آواز میں آپ کو پکارا گیا: یَاخَیْرَ الْبَرِیَّۃ اے مخلوق میں سب سے بہترین! قریب آیئے! اے احمد! اے محمد! قریب آیئے! حبیب کو نزدیک آنا چاہیے۔[2] اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فرما رہے ہیں کہ اللہ پاک کی بارگاہ سے بار بار حضور کو مزید قریب آنے کا کہا جا رہا ہے اور ادھر حضور کا حال یہ ہے کہ ادب سے قدم بڑھانا مشکل ہو رہا ہے، ایک طرف جلال و ہیبت کا خوف ہے جو جھجک پیدا کر رہا ہے تو دوسری طرف جمال و رحمت کی امید ہے جو شوق بڑھا رہی ہے۔ الغرض اسی خوف و ڈر اور امید و شوق کے ساتھ حضور آگے بڑھے اور اپنے رب سے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔

49

بڑھے تو لیکن جھجکتے ڈرتے حیا سے جُھکتے ادب سے رکتے
جو قرب انھیں کی رَوِش پہ رکھتے تو لاکھوں منزل کے فاصلے تھے

مشکل الفاظ کے معانی: **جھجکتے:** شرماتے۔ **روش:** رفتار۔

مفہومِ شعر: حضور اللہ پاک کے حکم کی تعمیل میں شرم وحیا سے جھجکتے اور ادب سے رکتے ہوئے آگے بڑھے یہاں تک کہ اگر قربِ خداوندی کا حصول آپ کی اسی رفتار پر موقوف ہوتا تو لاکھوں سال لگ جاتے اور یہ سفر مکمل نہ ہو پاتا۔

شرح: حضور شرم وحیا اور ادب و احترام کا لبادہ اوڑھ کر آگے بڑھتے ہیں، رکتے ہیں، پھر چلتے ہیں۔ اگر اسی رفتار پر ہی قرب و دیدار موقوف ہوتا تو یہ فاصلہ لاکھوں منزلوں کا بن جاتا اور کبھی ختم نہ ہوتا۔ اسی لئے اللہ کریم نے خود ہی فاصلے سمیٹ دیئے اور اپنے محبوب کو دنیٰ فتدلّٰی کے مقام پر فائز فرمایا۔

50

پر ان کا بڑھنا تو نام کو تھا حقیقۃً فعل تھا اُدھر کا
تَنَزُّلوں میں ترقی افزا دَنیٰ تَدَلّٰے کے سلسلے تھے

مشکل الفاظ کے معانی: **تنزل:** اترنا۔ **افزا:** بڑھنا۔ **دنیٰ فتدلّٰی:** قریب ہوا، بہت قریب۔

مفہومِ شعر: حضور کا آگے بڑھنا تو نام کا تھا حقیقت میں تو خود اللہ پاک اپنی شان کے مطابق آپ کی طرف نزول فرمارہا تھا جو آپ کے لئے ہزاروں ترقیوں کا سبب ثابت ہوا۔

شرح: حضور ڈرتے جھجکتے آگے بڑھ رہے تھے آپ کا یوں بڑھنا برائے نام تھا در حقیقت فاعلِ حقیقی اللہ پاک تھا، جیسا کہ معراج کروانے کے متعلق قرآن پاک میں ہے: سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا (پ15، بنی اسرائیل:1) ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے کو رات کے کچھ حصے میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک سیر کرائی۔ اسی طرح یہاں بھی ربِّ کریم خود آپ کی طرف اپنی شان کے مطابق نزول فرمارہا تھا اور رب کا حضور کی طرف نزول فرمانا آپ کے لئے ہزاروں ترقیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوا اور دنیٰ فتدلّٰی تک بات جا پہنچی۔ سورۂ نجم میں ہے: ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰى ﴿۹﴾ (پ27، النجم:8، 9) ترجمہ: پھر وہ جلوہ قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہو گیا تو دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ یعنی اللہ پاک نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اپنے قرب کی نعمت سے نوازا۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ پاک اپنے لطف و رحمت کے ساتھ حضور سے قریب ہوا اور اس قرب میں زیادتی فرمائی۔ اس کی تائید بخاری کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں حضور نے ارشاد فرمایا: اور جبار رب العزت قریب ہوا۔[3]

51

ہوا نہ آخر کہ ایک بجرا تموُّجِ بحرِ ہُو میں اُبھرا
دَنیٰ کی گودی میں ان کو لے کر فنا کے لنگر اُٹھا دِیے تھے

مشکل الفاظ کے معانی: **بجرا:** کشتی۔ **تموج:** دریا میں لہر اٹھنا۔ **ہُو:** ضمیر مرفوع منفصل، مراد اللہ پاک کی ذات۔ **دنیٰ:** قرب۔ **لنگر اٹھانا:** بحری جہاز کی میخوں کو کھول کر تیرنے کے لئے تیار کرنا۔

مفہومِ شعر: پھر یوں ہوا کہ "ہو" کی نورانی لہروں سے (توفیقِ الٰہی کی) ایک کشتی ظاہر ہوئی جس نے حضور کو دنیٰ کی گود میں لیا اور فنا ہونے کے لئے کشتی کے لنگر اٹھا دیئے۔

شرح: یہاں اعلیٰ حضرت نے مختلف فنون کو سمیٹتے ہوئے مقامِ فنا و بقا کی کیفیت کو یوں بیان کیا ہے کہ جس طرح ایک کشتی کو سمندر کی لہریں اپنی طاقت سے بہا کر لے جاتی ہیں، اسی طرح معراج کی رات اللہ پاک کی خاص توفیق نے حضور کو قربِ خاص کی جو منزل عطا فرمائی یعنی فنا سے دور اور بقا کے اس مرتبے پر فائز کر دیا جس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔

---

1. عصیدۃ الشھدۃ شرح قصیدۃ البردۃ، ص237 تا 248 ملتقطاً
2. مواہب لدنیہ، 2/381
3. بخاری، 4/581، حدیث: 7517

Go To Index

شرحِ شجرۂ قادریہ، رضویہ، ضیائیہ، عطاریہ (قسط 7)

محترمہ ام فیضان مدنیہ عطاریہ کراچی

7

بو الفرح کا صدقہ کر غم کو فرح دے حسن و سعد
بو الحسن اور بو سعید سعد زا کے واسطے

مشکل الفاظ کے معنی: **فرح:** خوشی/مسرت۔ **حسن:** خوبصورتی/بھلائی۔ **سعد:** نیک بختی۔

مفہومِ شعر: اے اللہ! تجھے حضرت ابو الفرح رحمۃ اللہ علیہ کا واسطہ؛ میرے رنج و غم کو خوشیوں میں بدل دے اور حضرت ابو الحسن رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلے سے میرا ظاہر و باطن اچھا کر دے اور حضرت ابو سعید مبارک مخزومی رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلے سے مجھے نیک بخت و سعادت مند بنا دے۔

شرح: اس شعر میں سلسلۂ عالیہ قادریہ عطاریہ کے چودھویں، پندرھویں اور سولھویں مشائخ حضرت ابو الفرح شیخ محمد یوسف طرطوسی، ابو الحسن علی ہکاری اور ابو سعید مخزومی رحمۃ اللہ علیہم کے وسیلے اور ان بزرگوں کی کنیت کی مناسبت سے دعا مانگی گئی ہے۔ جیسے حضرت ابو الفرح کے وسیلے سے فرح یعنی خوشی طلب کی گئی ہے، اسی طرح حضرت ابو الحسن اور ابو سعید کے وسیلے سے بھلائی اور نیک بختی طلب کی گئی ہے۔ ان تینوں بزرگوں کا مختصر تعارف پیشِ خدمت ہے:

حضرت ابو الفرح شیخ محمد یوسف طرطوسی: آپ کا نام یوسف اور کنیت ابو الفرح ہے، طرطوس شہر میں پیدا ہوئے اور یہیں 3 شعبان المعظم 447ھ کو وصال فرمایا، مزار شریف بھی اسی شہر میں ہے۔ آپ حضرت ابو الفضل عبد الواحد تمیمی رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر مرید و خلیفہ ہیں۔ آپ نہایت عبادت گزار، اللہ پاک پر کامل بھروسا کرنے والے اور اپنے وقت کے عظیم اولیائے کرام میں سے تھے۔

حضرت ابو الحسن علی بن محمد ہکاری: آپ کا نام علی اور کنیت ابو الحسن ہے۔ آپ نے اپنی پوری زندگی اشاعتِ اسلام میں گزاری، یوں آپ کا لقب شیخ الاسلام پڑ گیا۔ آپ کو علمِ حدیث و فقہ میں بہت مہارت حاصل تھی۔ آپ کثرت سے عبادت و ریاضت کرنے والے، علم و حلم والے، دن کو روزہ رکھنے اور رات کو قیام کرنے والے تھے۔ آپ کے شوقِ عبادت کا یہ عالم تھا کہ عشا کے بعد کلامِ الٰہی کی تلاوت شروع کرتے اور نمازِ تہجد سے پہلے دو قرآن ختم فرمالیتے۔[1] آپ 409ھ میں بغداد شریف کے قصبہ ہکّار میں پیدا ہوئے، پہلی محرم الحرام 436ھ کو یہیں پر وصال فرمایا اور یہیں آپ کا مزار ہے۔

حضرت ابو سعید مبارک مخزومی: آپ کا نام مبارک بن علی، کنیت ابو سعید اور بغداد کے قبیلے کی نسبت سے مخزومی لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ نے ممتاز علما و مشائخ سے علومِ دینیہ حاصل کر کے حدیث، فقہ اور علمِ معقولات و منقولات میں مہارت حاصل کی۔ آپ بغداد شریف کے مشہور صوفی، فقیہ، شیخ الاسلام، بزرگ ترین امام اور ظاہری و باطنی علوم کے جامع تھے۔ زہد و تقویٰ کی وجہ سے سلطان الاولیاء کہلائے۔ حنبلی مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ حضور غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے خرقۂ خلافت پہنا۔ آپ کی ولادت بغداد شریف میں ہوئی اور وفات 7 شعبان شریف 513ھ کو ہوئی، مزار مبارک بغداد شریف میں ہے۔ اللہ پاک ان بزرگوں پر کروڑوں رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے، ان کے وسیلے سے ہمارے غموں کو دور فرما کر ہمیں خوشیاں، خیر و بھلائیاں اور سعادت مندی نصیب فرمائے۔ آمین

[1] تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ، ص234 تا 241 ماخوذاً

مدنی مذاکرہ

خون ٹیسٹ کروائیے

صحت مند کو ہر 6 ماہ بعد اور مریض کو ڈاکٹر کی ہدایات کے مطابق کچھ ٹیسٹ کرواتے رہنا چاہئیں۔ یہ سوچ کر ٹیسٹ نہ کروانا کہ اگر کچھ نکلا تو علاج اور پرہیز کرنا پڑے گا دانشمندی نہیں کیونکہ بیماری سے لاپروائی برتنے سے مسئلہ حل نہیں ہوتا۔

خون کے یہ ٹیسٹ کروانے مناسب ہیں:

(1) لپڈ پروفائل (Lipid Profile) ٹیسٹ (اس میں کولیسٹرول کا ٹیسٹ بھی شامل ہے، اس ٹیسٹ کے لئے 12 تا 14 گھنٹے خالی پیٹ ہونا ضروری ہے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ پاک کی رضا کے لئے روزہ رکھ کر نمازِ عصر کے بعد Test کروالیجئے، ورنہ رات جلدی کھانا کھالیجئے اور صبح ناشتے سے قبل کروالیجئے)۔

(2) شوگر (Glucose)

(3) یورک ایسڈ (Uric Acid)

(4) Serum Urea Creatinine (اس سے گردے میں اگر کسی قسم کی خرابی یا فیل ہونے کا خطرہ شروع ہو رہا ہو تو معلوم ہوسکتا ہے اور بروقت علاج کی ترکیب بن سکتی ہے اس پر نظر رکھنا ضروری ہے کیوں کہ آج کل ہمارے یہاں گردے فیل ہونے کے واقعات بڑھتے جارہے ہیں)

(5) Urine DR (یہ بھی گردوں کا اہم ٹیسٹ ہے)۔

(6) CPBlood (یہ خون کا بنیادی ٹیسٹ ہے)۔

(7) SGPT (جگر کے حوالے سے اہم اور ابتدائی ٹیسٹ ہے)۔

رپورٹ ڈاکٹر کو دکھا دیجئے۔ ☆ رپورٹ خراب آئے تو ڈاکٹر کے مشورے کے مطابق عمل کیجئے۔ ☆ وزن کتنا ہونا چاہئے؟ قد کے مطابق مرد کے لئے فی انچ (Inch) ایک کلو وزن مناسب ہے۔ مثلاً: ساڑھے پانچ فٹ کے مرد کا وزن تقریباً 66 کلو جبکہ سوا پانچ فٹ کی عورت کا وزن تقریباً 59 کلو ہونا چاہئے۔

مدنی پھول: 100 دوا کی اِک دوا پرہیز ہے۔ (تفصیلی معلومات کے لئے "فیضانِ سنت" (جلد اول) کے باب "آدابِ طعام" کے صفحہ 619 تا 625 کا مطالعہ کیجئے)[1]

دُھوپ

اللہ پاک کی ایک بہت بڑی نعمت سورج بھی ہے اور اس کی دُھوپ (Sunlight) میں کثیر فوائد رکھے گئے ہیں، جسمِ انسانی کی صحت کے لئے دُھوپ کا اہم کردار ہے، ایک کہاوت ہے: جس گھر میں سورج داخل نہیں ہوتا اس میں ڈاکٹر داخل ہوتا ہے۔

☆ بے شمار جراثیم ایسے ہوتے ہیں جو دُھوپ اور تازہ ہوا سے مرجاتے ہیں۔

☆ سورج کی الٹرا وائلیٹ شعاعیں (Ultra Violet Rays) جب انسانی جسم پر پڑتی ہیں تو کھال میں سویا ہوا وٹامن D بیدار ہو کر متحرک ہوتا اور وٹامن ڈی 3 (Vitamin D3) میں تبدیل ہو کر خون میں شامل ہو جاتا ہے جو کہ آنتوں سے کیلشیم اور فاسفورس (Phosphorus) کو خون کے اندر جذب کرنے میں مدد دیتا ہے اور یہ دونوں چیزیں ہماری ہڈیوں کی صحیح نشوونما کے لئے بے حد ضروری ہیں۔

☆ سورج کی وہ شعاعیں جو بند کھڑکیوں کے شیشے سے پار ہو کر انسانی جسم تک پہنچتی ہیں ان میں الٹرا وائلیٹ شعاعیں نہیں ہوتیں جو سوئے ہوئے وٹامن ڈی 3 کو بیدار کر کے کار آمد بنا سکیں۔

☆ 6 ماہ سے 2 سال کی عمر کے درمیان بچوں کی ہڈیاں تیزی سے بڑھتی ہیں۔ اگر ہڈیوں کی صحیح نشوونما نہ ہو تو ان میں رِکٹس

نامی بیماری پیدا ہوتی ہے، جس کی سب سے بڑی وجہ تنگ محلوں اور چھوٹی چھوٹی گلیوں کے اندر بڑی بڑی عمارتوں کے بند گھروں میں رہائش ہے کہ جہاں سورج کی الٹرا وائلیٹ شعاعیں صحیح طور پر انسانی جسم تک نہیں پہنچ پاتیں اور نتیجتاً بچہ اس بیماری کا شکار ہو سکتا ہے۔

☆بچوں کو آئندہ کی مصیبتوں سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ ایک یا دو ماہ کی عمر ہی سے مناسب دھوپ مہیا کی جائے نیز 4 ماہ کی عمر سے غذا میں انڈے کی زردی بھی استعمال کروائی جائے۔☆وٹامن D3 کی کمی کی وجہ سے کولھے کی ہڈی کی صحیح نشوونما نہیں ہوتی اور یہ بجائے پھیلنے کے سکڑ جاتی ہے جس سے عورت کو بچے کی ولادت کے وقت طرح طرح کی پریشانیوں کا سامنا ہوتا ہے اور آخر کار آپریشن کرنا پڑتا ہے۔

دھوپ حاصل کرنے کا طریقہ طلوعِ آفتاب کے فوراً بعد اور غروبِ آفتاب کے آخری لمحات میں کم از کم بارہ بارہ منٹ کے لئے (موسم کے لحاظ سے وقت میں کمی بیشی کرکے) بچے کو ایسی جگہ لٹائیے یا بٹھائیے جہاں مکمل دھوپ آتی ہو، ہر عمر میں دھوپ کھانا ضروری ہے لہٰذا انہی اوقات میں ہر ایک کو اتنی دیر تک مکمل دھوپ میں رہنا چاہئے کہ کھال گرم ہو جائے۔ بیان کردہ اوقات بہترین ہیں، اگر نہ بن پڑے تو دن بھر میں کسی بھی وقت میں کچھ نہ کچھ دھوپ حاصل کر لینی چاہئے۔ اگر چھاؤں میں ہوں اور دھوپ آنی شروع ہو جائے تو کچھ دھوپ اور کچھ چھاؤں میں مت بیٹھئے بلکہ وہاں سے ہٹ جائیے یا مکمل دھوپ میں آجائیے یا مکمل چھاؤں میں۔ پیارے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں اگر کوئی سائے میں بیٹھا ہو اور اس پر سے سایہ ہٹ جائے اور اس کا کچھ حصہ دھوپ میں اور کچھ سائے میں ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ وہاں سے اٹھ کھڑا ہو۔(2) (3)

کھانے سے قبل پانی پینے کی وجہ

سُوال: اکثر دیکھا ہے کہ آپ کھانا شروع کرنے سے قبل پانی پیتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: اطبّا نے حفظانِ صحت کے چند اصول بتائے ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہر چیز کو اس کے مناسب وقت ہی میں کھانا فائدہ دیتا ہے جبکہ اس میں بے احتیاطی مضرِ صحت ہو سکتی ہے۔

اسی اصول کے پیشِ نظر کھانے سے قبل پانی پینے کو مفید صحت بتاتے ہیں۔ طبی نقطۂ نظر سے پھل کھانے سے پہلے بھی پانی پینا مفید ہے۔ اسی طرح چائے سے پہلے پانی پینا بھی فائدہ مند ہے۔(4)

چھالیا کھانے کی عادت ختم کرنے کا طریقہ

سُوال: بعض بچے چھالیا کھانے کے بہت شوقین ہوتے ہیں، چھالیا کھانے کے کیا کیا نقصانات ہیں؟ نیز اس کا کوئی حل بتادیجئے جس سے یہ عادت ختم ہو جائے؟

جواب: چھالیا تو ایسی چیز ہے کہ بچے اور بڑے سبھی کھاتے ہیں، خوبصورت پنیوں میں لپٹی زہر کی پڑیا خود بھی کھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی دیتے ہیں۔ چھالیوں کو خوشبودار بنانے کے لئے ان میں عطر میں ڈالے جانے والے سستے کیمیکل ڈالے جاتے ہیں اور میٹریل بھی گلا سڑا ہوتا ہو گا جو صحت کے لئے سخت نقصان دہ ہے لہٰذا یہ نہیں کھانی چاہئے۔

چھالیا کھانے کی عادت ختم کرنے کے لئے بھنے ہوئے سونف اور سادہ دھنیا جس میں خوشبو نہ ہو ان کو استعمال کیا جائے کہ ان کے فوائد بھی ہیں اور کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ سونف اور دھنیا توے پر بھون کر بوتل میں رکھ لیں اور انہیں استعمال کرتے رہیں۔ البتہ! اگر صرف سادہ چھالیا تھوڑی مقدار میں کھائی جائے تو وہ نقصان نہیں دے گی بلکہ اس کے فوائد بھی ہوں گے۔(5)

1 ملفوظاتِ امیر اہلِ سنت، 1/186
2 ابو داود، 4/338، حدیث: 4821
3 ملفوظاتِ امیر اہلسنت، 1/296
4 ملفوظاتِ امیر اہلسنت، 1/24
5 ملفوظاتِ امیر اہلسنت، 5/155

Go To Index

پڑوسیوں سے حُسنِ سلوک

اُمِّ میلاد عطاریہ*

بچپن میں اولاد اُس موم کی طرح ہوتی ہے جسے ہر سانچے میں ڈھالا جاسکتا ہے اسی لیے اولاد کی تربیَت کا بہترین اور سنہرا وقت ان کا بچپن ہوتا ہے۔ بِالخصوص بیٹیاں جو صرف اپنی اکیلی ذات تک محدود نہیں رہتیں بلکہ ان کے ساتھ کئی زندگیاں جُڑی ہوتی ہیں، ایک بیٹی کی اچّھی اور بہترین تربیَت ہوگی تو ہی وہ ایک بہترین معاشرے کی تشکیل کا سبب بنے گی۔

بیٹیوں کی تربیت میں جو اہم جہات شامل ہیں ان میں پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تربیت بھی ہے۔

سب سے پہلے تو اپنی بیٹیوں کو سکھائیں کہ پڑوسی / ہمسائے یہ وہ قریبی لوگ ہیں جن کے ساتھ روزمرّہ زندگی میں میل جول ہوتا ہے اور ان کے حقوق (جیسے بیماری میں عیادت، خوشی غمی میں شرکت) اسلام اور معاشرتی اقدار میں بہت اہم ہیں۔ بیٹی کو بتائیں کہ یہ حکم ہمیں اپنے پاک پروردگار کی بارگاہ سے ملا ہے۔ ترجَمۂ کنز الایمان: اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی غلام سے بے شک اللہ کو خوش (پسند) نہیں آتا کوئی اِترانے والا بڑائی مارنے والا۔[1]

اس آیتِ مقدّسہ کے تحت تفسیراتِ احمدیہ میں ہے کہ قریب کے ہمسائے سے مراد وہ ہے جس کا گھر اپنے گھر سے ملا ہوا ہو اور دُور کے ہمسائے سے مراد وہ ہے جو محلّہ دار تو ہو مگر اس کا گھر اپنے گھر سے ملا ہوا نہ ہو یا جو پڑوسی بھی ہو اور رشتہ دار بھی وہ قریب کا ہمسایہ ہے اور وہ جو صرف پڑوسی ہو، رشتہ دار نہ ہو وہ دُور کا ہمسایہ یا جو پڑوسی بھی ہو اور مسلمان بھی وہ قریب کا ہمسایہ اور وہ جو صرف پڑوسی ہو مسلمان نہ ہو وہ دُور کا ہمسایہ ہے۔[2]

پڑوسی کے حقوق نبیِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا یہ فرمان ہی پڑوسی کے حقوق واضح کر دیتا ہے، آپ نے فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ پڑوسی کا کیا حق ہے؟ (پھر خود ہی ارشاد فرمایا:) کہ جب وہ تم سے مدد مانگے مدد کرو اور جب قرض مانگے قرض دو اور جب مُحتاج ہو تو اسے دو اور جب بیمار ہو عیادت کرو اور جب اسے خیر پہنچے تو مبارک باد دو اور جب مُصیبت پہنچے تو تعزیت کرو اور مر جائے تو جنازہ کے ساتھ جاؤ اور بغیر اجازت اپنی عمارت بُلند نہ کرو کہ اس کی ہوا روک دو اور اپنی ہانڈی سے اس کو ایذا نہ دو، مگر اس میں سے کچھ اسے بھی دو اور میوے خریدو تو اس کے پاس بھی ہدیہ کرو اور اگر ہدیہ نہ کرنا ہو تو چُھپا کر مکان میں لاؤ اور تمہارے بچّے اسے لے کر باہر نہ نکلیں کہ پڑوسی کے بچّوں کو رنج ہوگا۔ تمہیں معلوم ہے کہ پڑوسی کا کیا حق ہے؟ قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! مکمل طور پر پڑوسی کا حق ادا کرنے والے تھوڑے ہیں، وہی ہیں جن پر اللہ کی مہربانی ہے۔ آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم پڑوسیوں کے مُتَعلِّق مسلسل وَصیّت فرماتے رہے یہاں تک کہ لوگوں نے گُمان کیا کہ پڑوسی کو وارث کر دیں گے۔ پھر حضور صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: پڑوسی تین قسم کے ہیں، بعض کے تین حق ہیں، بعض کے دو اور بعض کا ایک حق ہے۔ جو پڑوسی مسلم ہو

* نگرانِ عالمی مجلس مشاورت
(دعوتِ اسلامی) اسلامی بہن

Go To Index

اور رشتہ دار ہو، اس کے 3 حق ہیں۔ حقِ جوار (یعنی پڑوس)، حقِ اسلام اور حقِ قَرابت۔ مسلم پڑوسی کے دو حق ہیں، حقِ جوار اور حقِ اسلام اور کافر پڑوسی کا صرف ایک حق جوار ہے۔(3)

بیٹیوں کو درج ذیل باتوں کی تربیت لازمی دیں

❁ بیٹی کو سکھایا جائے کہ جب بھی گھر میں کوئی اچھی چیز یا کھانا پکے، تو اس میں سے ہمسایوں کا حصہ ضرور نکالے، چاہے وہ چیز تھوڑی ہی کیوں نہ ہو، یہ عمل باہمی محبت کو بڑھاتا ہے اور حسد و کینہ جیسے جذبات کا خاتمہ کرتا ہے۔

❁ بیٹیوں کو اس بات کی تربیت دی جائے کہ وہ پڑوس میں ہونے والی خوشی اور غمی دونوں میں پیش پیش رہیں۔ اگر پڑوس میں خواتین یا ان کے بچے بیمار ہوں تو ان کی عیادت کرنا، اور اگر کوئی پریشانی ہو تو اپنی استطاعت کے مطابق مدد کرنا ایک بہترین اسلامی صفت ہے جو بیٹی کی شخصیت کو نکھارتی ہے۔

❁ بیٹی کو سکھایا جائے کہ پڑوسی کی عزت اور راز کی حفاظت کرنا اس کی ذمہ داری ہے، تاکہ معاشرے میں اعتماد کی فضا قائم ہو۔ ہمسایوں کے گھر کے اندرونی معاملات یا ان کے عیبوں پر نظر نہ رکھی جائے اور نہ ہی ان کی غیبت کی جائے۔

❁ پڑوسی کو قول یا فعل سے تکلیف نہ دینا ایمان کی علامت ہے۔ بیٹی کو تربیت دی جائے کہ وہ ایسی باتوں سے بچے جس سے ہمسایوں کو اذیت ہو، جیسے گھر کا کچرا ان کے دروازے کے سامنے پھینکنا، اونچی آواز میں باتیں کرنا یا ان کی رازداری (Privacy) میں مخل ہونا۔

❁ بیٹی کو بچپن ہی سے یہ عادت ڈالنی چاہیے کہ جب بھی وہ کسی پڑوسن سے ملے، چاہے وہ عمر میں بڑی ہوں یا چھوٹی، سلام میں پہل کرے۔ چہرے پر مسکراہٹ اور لہجے میں نرمی رکھ کر بات کرنا صدقہ ہے، اور یہ رویہ پڑوس میں اس کی عزت اور محبت کو مستحکم کرتا ہے۔

❁ پڑوسی کے چھوٹے بچوں کے ساتھ شفقت و نرمی برتنے کا ذہن دیا جائے۔

❁ عموماً پڑوس میں چھوٹی موٹی چیزوں (جیسے نمک، چینی یا برتن) کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے۔ بیٹی کو سکھایا جائے کہ اگر کوئی پڑوسی کچھ مانگنے آئے تو تنگ دلی کا مظاہرہ نہ کرے، بلکہ خوش دلی سے ان کی ضرورت پوری کرے۔ اسے یہ بھی سمجھایا جائے کہ اگر کسی سے کوئی چیز ادھار لی ہے تو اسے بروقت اور بہتر حالت میں واپس کرے۔

❁ ایک ذمہ دار بیٹی کو اس بات کا ادراک ہونا چاہیے کہ اس کے گھر سے اُٹھنے والی آوازیں ہمسایوں کے آرام میں مُخل نہ ہوں۔ خاص طور پر سوتے وقت، بیماری کی صورت میں یا امتحانات کے دنوں میں شور نہ کرنا اور ٹی وی وغیرہ کی آواز دھیمی رکھنا پڑوسی کے بنیادی حقوق میں شامل ہے۔

❁ تربیت کا سب سے مشکل لیکن اعلیٰ ترین پہلو یہ ہے کہ اگر کسی پڑوسن کا رویہ نامناسب ہو، تو بیٹی کو تحمل اور برداشت سکھائی جائے۔ اسے سمجھایا جائے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق برائی کا جواب خاموشی یا نیکی سے دینا دشمن کو بھی دوست بنا دیتا ہے۔

❁ والدین خود ہمسایوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں کیونکہ بچے نصیحت سے زیادہ عمل سے سیکھتے ہیں۔ کبھی کبھار بیٹی کے ہاتھ سے ہمسایوں کے گھر کھانا یا تحفہ بھجوائیں تاکہ اس کی جھجک ختم ہو۔ ہفتے میں ایک بار اس سے پوچھیں کہ آج اس نے اپنے پڑوسیوں کے لیے کیا اچھا کام کیا۔

بہترین دینی تربیت کے لیے ہر ہفتے بعد نمازِ عشا مدنی مذاکرہ دیکھتے رہیں۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ پڑوسیوں کے حقوق اور حسنِ سلوک کے تمام احکام کے ساتھ ساتھ غیر محرم سے پردہ بھی ہے، بیٹیوں کو پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تربیت میں یہ ضرور سکھائیں کہ پڑوسی خواتین ہی کے ساتھ مربوط رہیں۔

---

(1) پ 5، النسآء: 36 (2) دیکھئے: تفسیرات احمدیہ، ص 275، النسآء، تحت الآیۃ: 36
(3) دیکھئے: شعب الایمان، 7/ 83، 84، حدیث: 9560۔

Go To Index

چچی اور تائی کا کردار

محترمہ بنتِ مدثر عطاریہ
جامعۃ المدینہ گرلز صدر راولپنڈی

نکاح کے بندھن میں بندھنے کے بعد عورت ایک ہی وقت میں بیوی، بہو، بھابھی کا کردار نبھانے کے ساتھ ساتھ چچی یا تائی کا کردار (Role) بھی ادا کرتی ہے۔ چچا کی شادی کا انتظار کرنے والے بچے آنے والی دلہن کو چچی، چاچی یا آنٹی کہہ کر پکارتے ہیں۔ تائی بھی حقیقت میں چچی ہی ہوتی ہے، لیکن رتبے کی بلندی نے اس کے لئے تائی کے لقب کو بہترین خیال کیا۔

چچا سے فرمائشیں کرنے والے، محبت و شفقت بھرے انداز کے طلب گار بچے؛ چچی اور تائی سے بھی کچھ نہ کچھ توقعات رکھتے ہیں۔

چچی اور تائی خاندان کے ایسے ستون ہیں جو نہ صرف گھریلو ماحول کو سنوارنے میں کردار ادا کرسکتے ہیں بلکہ نسلوں کی تربیت میں بھی خاموش مگر گہرا اثر ڈال سکتے ہیں، مگر افسوس! ہمارے معاشرے میں ان کرداروں کو منفی انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ چنانچہ معاشرے میں چچی اور تائی کے مثبت کردار کو جاننے کی کوشش کرتی ہیں:

بچوں کی پرورش: ایک ہی گھر کی بہو ہونے کے ناطے چچی اور تائی کو چاہیے کہ گھر کے بچوں کی تعلیم و تربیت میں اپنا کردار ادا کریں، انہیں دین کی بنیادی باتیں سکھائیں، درست پڑھانا آتا ہو تو قرآنِ کریم کی تعلیم دیں، ان کی ضروریات کا خیال رکھیں، ماں کا کردار ادا کرتے ہوئے ان کے ساتھ نرمی اور مہربانی سے پیش آئیں، خصوصاً جب بچے اپنی حقیقی ماں سے اس کے انتقال یا والدین میں جدائی وغیرہ کے سبب دور ہوں، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی چچی جان حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا کی سیرتِ طیبہ میں اس حوالے سے بہترین راہ نمائی موجود ہے۔ آپ کے وصال پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: اللہ پاک آپ پر رحم فرمائے! میری والدہ محترمہ کے بعد آپ میری ماں تھیں، خود بھوکی رہتیں مجھے کھلاتیں، خود پرانے کپڑوں میں گزارا کرتیں مجھے نئے کپڑے پہناتیں، اچھے کھانے خود نہ کھاتیں بلکہ مجھے کھلاتیں صرف اس نیت سے کہ اللہ پاک کی رضا اور آخرت کی کامیابی حاصل ہو۔[1]

حسنِ سلوک کے حق دار: قرآنِ کریم کی سورۂ نساء میں دور و نزدیک کے پڑوسی، یہاں تک کہ پاس بیٹھنے والے ساتھی کے ساتھ بھی احسان کا حکم دیا گیا ہے، لہٰذا گھر کے بچے بھی حقِ جوار وصحبت کے حق دار ہوئے۔ نیز شوہر کے بھائی کی اولاد سے اچھا برتاؤ کرنا شوہر کی خوشنودی کا بھی سبب ہے، مزید یہ کہ خیر خواہی تو ہر مسلمان سے کرنی چاہیے کہ حدیث پاک کے مطابق مسلمان کا دل اپنے مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی میں کبھی خیانت نہیں کرتا۔[2] خود نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اپنی چچی کے حُسنِ سلوک کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ ابو طالب کے بعد اللہ پاک کی مخلوق میں سب سے بڑھ کر مجھ سے نیک سلوک کرنے والی تھیں۔[3]

اسی طرح آقائے کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ایک اور چچی حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا حضور کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال پر انہیں غسل دینے میں شریک تھیں۔[4] نیز نواسۂ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو

بھی آپ کی گود میں دیا گیا تھا۔[5] ان واقعات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی چچی حضرت ام الفضل کا حضور کے خاندان کے ساتھ محبت بھرے تعلق کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حُسنِ سلوک کی صورتیں: چچی اور تائی کے بچوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں: مثلاً:

☆ بچوں کی پسندیدہ ڈشز بنا کر انہیں کھلایئے ☆ ان کا کوئی کام ہو تو وہ کر دیجیے ☆ عید، سالگرہ کے مواقع پر تحائف کا تبادلہ کیجیے ☆ دکھ اور پریشانی کے مواقع پر بچوں کا ساتھ دیجیے اور صبر کی تلقین کیجیے ☆ اگر بچے دور رہتے ہوں تو ان کے آنے پر ناک بھوں چڑھانے کے بجائے خندہ پیشانی سے استقبال کیجیے اور خوب مہمان نوازی کا اہتمام کیجیے ☆ بچے چچا یا تایا سے کوئی بات منوانا چاہتے ہوں اور کوئی رکاوٹ نہ ہو تو بچوں کے حق میں سفارش کر دیجیے وغیرہ۔

افسوس! ہمارے معاشرے میں اس کے برعکس صورتحال دیکھنے میں آتی ہے۔ چچا کا اپنے بھتیجوں اور بھتیجیوں سے پیار کرنا چچی تائی کو ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ چچا انہیں کوئی تحفہ دلانا چاہے تو چچی تائی طرح طرح کے حیلے بہانوں کے ذریعے روکنے کی کوشش کرتی ہیں۔ چچا کو بچوں سے دور کرتی ہیں، اس گمانِ فاسد میں کہ پیار تقسیم ہو جائے گا اور میرے بچے رہ جائیں گے حالانکہ محبت ایسی چیز ہے جو تقسیم کرنے سے بڑھتی ہے اور دوسروں کا بھلا چاہنے سے اپنا بھی بھلا ہی ہوتا ہے۔ اللہ پاک عقلِ سلیم عطا فرمائے۔ آمین

خاندانوں میں محبت: چچی تائی دو بھائیوں کے خاندانوں میں محبت کے رشتے مضبوط اور آپس میں جوڑے رکھنے میں اپنا کردار ادا کرتی ہے۔ بچے چچی تائی سے سیکھتے ہیں لہٰذا چچی اور تائی ان کے دلوں میں ددھیال کی محبت پیدا کریں۔ اپنی اولاد کو بھی صلہ رحمی کا درس دیتے ہوئے انہیں رشتوں کی پہچان کروائیں اور شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے چچازاد اور تایا زاد بھائی بہنوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی تلقین کرتی رہیں۔

بچوں کی لڑائی ہو جانے کی صورت میں ان میں صلح کروائیں اور معاف کرنے کا ذہن دیں۔

خبردار! بچوں کی لڑائی کے نتیجے میں بڑوں میں لڑائی نہ ہونے پائے۔ عموماً بچے تو لڑائی کر کے بھول جاتے ہیں اور بڑے آپس میں دشمنیاں پال لیتے ہیں، ایسا ہرگز نہ کیجئے۔

بے جا سختی سے پرہیز: بچے پیار چاہتے ہیں۔ بے جا روک ٹوک انہیں باغی اور ضدی بنا دیتی ہے۔ ہر گھر میں چچی تائی کی بات سنی جاتی ہو؛ ضروری نہیں۔ اس لئے چچی اور تائی گھر میں اپنی اہمیت کو برقرار رکھتے ہوئے ضرورت پڑنے پر ایک حد تک ہی بچوں کو سمجھائیں۔ جس قدر ممکن ہو شفقت بھرے انداز میں ہی بچوں کی غلطی کی نشاندہی کریں۔ خود سمجھانے پر قادر نہ ہونے کی صورت میں ضرورتاً بچوں کی والدہ کی توجہ دلا دیں کہ بچے اپنی ماں کی بات کسی دوسرے کے مقابلے میں اچھے انداز میں سمجھ لیتے ہیں۔

نیز چچی اور تائی بچوں کے رہن سہن، اٹھنے بیٹھنے، لباس وغیرہ پر بے جا تنقید کرنے سے بھی بچیں کہ اس طرح اپنی اہمیت کھو دینے اور دلوں میں نفرتیں پیدا ہونے کا پورا پورا اندیشہ ہے۔

ضروری احتیاط! شوہر کے بھتیجے عورت کے حق میں نامحرم ہیں۔ بالغ ہو جانے پر ان سے پردہ کرنا شرعاً لازم ہے۔ نیز چچازاد اور تایازاد بھائی بہن بھی آپس میں اجنبی (جس سے نکاح ہمیشہ کے لئے حرام نہ ہو) کے حکم میں ہیں اور آپس میں پردہ لازم ہے۔ چچی اور تائی خود بھی پردے کے متعلق شرعی حکم کی پاسداری کریں اور اپنے بچوں کو بھی نامحرم کزنز سے دور رکھیں۔ اللہ پاک ہمیں شریعت کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے رشتے داروں کے ساتھ حُسنِ سلوک کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

---

(1) معجم کبیر، 24/351، حدیث: 871 (2) مشکاۃ المصابیح، 1/64، حدیث: 228 ملخصاً (3) معجم اوسط، 5/165، حدیث: 6935 (4) امتاع الاسماع، 6/30 (5) سوانح کربلا، ص 105

سفرِ قرآن بذریعۂ تفسیرِ قرآن

محترمہ بنتِ افضل مدنیہ عطاریہ لاہور

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے تعلیمِ قرآن کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور اسے سکھائے۔(1) اس حدیث کے تحت مراۃ المناجیح میں ہے: قرآن سیکھنے سکھانے میں بہت وسعت ہے بچوں کو قرآن کے ہجے روزانہ سکھانا، قاریوں کا تجوید سیکھنا سکھانا، علما کا قرآنی احکام بذریعہ حدیث و فقہ سیکھنا سکھانا، صوفیائے کرام کا اسرار و رموزِ قرآن بسلسلۂ طریقت سیکھنا سکھانا سب قرآن ہی کی تعلیم ہے صرف الفاظِ قرآن کی تعلیم مراد نہیں۔(2) یہی وجہ ہے کہ حضور نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے لئے دعا کرتے ہوئے فرمایا: اَللّٰھُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ یعنی اے اللہ! ابنِ عباس کو دین کی سمجھ عطا فرما۔(3) اَللّٰھُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ یعنی اے اللہ! ابنِ عباس کو کتاب کا علم عطا فرما۔(4)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت جابر کو صاحبِ علم قرار دیا تو ایک شخص نے عرض کی: میں آپ پر قربان! آپ حضرت جابر کو صاحبِ علم کہہ رہے ہیں حالانکہ آپ کا اپنا (علمی) مقام بہت بلند ہے! آپ نے فرمایا: حضرت جابر اس ارشادِ الٰہی کی تفسیر کو جانتے ہیں: اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍؕ (پ20، القصص:85) ترجمہ: بیشک جس نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے وہ آپ کو لوٹنے کی جگہ ضرور واپس لے جائے گا۔(5)

صحابہ کرام کی طرح ہمارے دیگر بزرگانِ دین بھی علمِ تفسیر کی اہمیت پر بہت زور دیتے تھے۔ جیسا کہ حضرت ایاس بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو لوگ قرآن پڑھتے ہیں اور اس کی تفسیر نہیں جانتے اس قوم کی طرح ہیں جن کے پاس رات کو بادشاہ کا تحریری فرمان پہنچے اور ان کے پاس چراغ نہ ہو تو وہ گھبراہٹ کا شکار ہو جائیں اور انہیں علم نہ ہو سکے کہ اس خط میں کیا لکھا ہے!(6)

تفسیرِ قرآن کی اہمیت کے پیشِ نظر چند باتیں ملاحظہ کیجئے:

اللہ کریم کے کلام کی درست سمجھ: قرآنِ کریم اللہ پاک کا کلام ہے۔ اس کے الفاظ، اسبابِ نزول، ناسخ و منسوخ اور سیاق و سباق کو سمجھے بغیر مفہوم میں غلطی ہو سکتی ہے۔ تفسیر انسان کو درست مفہوم تک پہنچاتی ہے۔

عقیدہ و عمل کی اصلاح: صحیح تفسیر سے ایمان مضبوط ہوتا ہے اور عبادات و معاملات میں درست راہ ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مفسرین نے ہر آیت کی وضاحت دلائل کے ساتھ کی ہے۔

شبہات کا ازالہ: بعض آیات بظاہر مشکل محسوس ہوتی ہیں۔ تفسیر ان اشکالات کو دور کر کے دین کے بارے میں پیدا ہونے والے شکوک و شبہات کا ازالہ کرتی ہے۔

بزرگانِ دین کی روشنی: صحابہ و تابعین کی تشریحات کے بغیر قرآن کو سمجھنا گمراہی کا سبب ہو سکتا ہے۔

دنیا و آخرت کی کامیابی: قرآن ہدایت کی کتاب ہے، مگر ہدایت اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب اسے سمجھ کر پڑھا جائے۔ تفسیر اس سمجھ کا ذریعہ ہے۔

گمراہی سے حفاظت: تفسیر کے ذریعے من گھڑت تشریحات اور غلط نظریات سے بچاؤ ممکن ہونے کے ساتھ ساتھ صحیح اسلامی عقائد و تعلیمات کی سمجھ حاصل ہوتی ہے۔

احکامِ الٰہی کی وضاحت: قرآن میں بیان کردہ احکام و مسائل کو تفسیر کی مدد سے تفصیل سے سمجھا جا سکتا ہے۔

مختصر یہ کہ تفسیرِ قرآنِ کریم اللہ پاک کے کلام کے پوشیدہ معانی، احکام اور حکمتوں کو سمجھنے کا علم ہے، جس کے بغیر قرآن کے حقیقی پیغام تک رسائی ناممکن ہے۔ یہ انسان کو گمراہی سے بچا کر

Go To Index

ہدایت، زندگی کے اصولوں اور اخلاقیات سے روشناس کراتی ہے، نیز اسے فکری و عملی زندگی میں سیدھے راستے پر چلنے کی راہ نمائی فراہم کرتی ہے۔ تفسیرِ قرآن سے مقصود قرآنِ مجید کا سمجھنا ہے۔ زمانۂ نزول سے لے کر آج تک قرآنِ مجید کو سمجھنے کے مختلف انداز رہے ہیں۔ قرآنِ کریم کا نزول عربی لغت میں اہلِ عرب کے اسلوبِ بلاغت کے اعلیٰ معیار پر ہوا تھا۔ اس لئے صحابہ کرام قرآنِ کریم سمجھنے کی کوشش کرتے اور جہاں کہیں انہیں الجھن محسوس ہوتی بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر جواب پاتے اور مطمئن ہو جاتے۔ حضور کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد خلفائے راشدین کا دور آیا تو انہوں نے بھی قرآن فہمی کا وہی انداز رکھا جو حضور نے اختیار فرمایا تھا۔ حضور کے وصال کے بعد ان اکابر صحابہ کرام کی طرف رجوع کیا جانے لگا جنہیں بارگاہِ رسالت سے فیض پانے کا موقع زیادہ ملا تھا۔ چنانچہ اس اعتبار سے جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ تفسیرِ قرآن کے کئی درجات ہیں، مثلاً:

(1) تفسیرُ القرآن بالقرآن: یعنی قرآنِ کریم کی کسی آیت کی تفسیر خود قرآنِ کریم ہی کی دوسری آیات سے کی جائے۔ کیونکہ بعض باتیں قرآن میں بعض جگہ اجمالاً (مختصر انداز) میں مذکور ہیں تو دوسری جگہ تفصیل سے مذکور ہیں۔ اس طرح ایک آیت دوسری آیت کی تفسیر بن جاتی ہے اور یہی طریقہ سب سے اعلیٰ درجے کی تفسیر کا ہے۔

(2) تفسیرُ القرآن بالحدیث: یعنی قرآنِ مجید کی تفسیر احادیث سے کی جائے۔ کیونکہ حضور قرآن کے شارح ہیں۔ اللہ پاک نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو قرآنِ مجید کے احکام اور معارف کی وضاحت کے لئے بھیجا ہے۔ اس لئے قرآن کی تفسیر آیات کے ساتھ ساتھ احادیث سے بھی بیان کی جاتی ہے۔

(3) تفسیرُ القرآن بآثارِ الصحابہ: یعنی قرآن کی تفسیر صحابہ کرام کے اقوال سے کی جائے۔ کیونکہ ان حضرات نے قرآن کریم کی تعلیم براہِ راست حضور سے حاصل کی تھی۔ اس لئے جب قرآنِ مجید کی کسی آیت کی تفسیر بیان کی جاتی ہے تو صحابہ کرام کے اقوال کو بھی پیشِ نظر رکھا جاتا ہے۔

(4) تفسیرُ القرآن بآثارِ التابعین: یعنی قرآنِ مجید کی تفسیر تابعینِ عظام کے اقوال سے کی جائے۔ کیونکہ انہوں نے صحابہ کرام سے قرآنِ مجید کی تعلیم حاصل کی۔

(5) تفسیرُ القرآن باللغۃ العربیۃ: قرآنِ پاک کی بعض آیات ایسی ہیں جن کا مفہوم اہلِ فن اور عربی داں نہیں بلکہ عام لوگ بھی سمجھ جاتے ہیں، جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے احکام وغیرہ۔ البتہ! بعض آیات کا مفہوم واضح نہیں، انہیں جاننے کے لئے تفسیر کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ عربی زبان میں اس قدر وسعت ہے کہ اس میں ایک لفظ کے بسا اوقات کئی کئی معنی ہوتے ہیں۔[7]

قرآن فہمی بہت بڑی عبادت و سعادت ہے۔ لہٰذا تلاوتِ قرآن کے ساتھ مستند تفاسیر کے ذریعے معانیِ قرآن سمجھنے کی کوشش بھی کرنی چاہیے۔ اس کے لئے نیک اعمال کے رسالے پر عمل کرتے ہوئے کنز الایمان مع خزائن العرفان یا نور العرفان یا آسان ترجمۂ قرآن کنز العرفان مع افہام القرآن سے کم از کم تین آیات پڑھ یا سن لیا کریں یا تفسیر صراط الجنان سے کم و بیش دو صفحات پڑھنے کا روزانہ معمول بنا کر قرآنِ کریم کو سیکھنے اور سمجھنے کی سعادت حاصل کیجیے۔ اسی طرح دعوتِ اسلامی کے شعبہ شارٹ کورسز کے ذریعے بھی اسلامی بہنوں کو مختصر وقت میں قرآنِ پاک کی کئی سورتوں کی تفسیر پڑھانے کا سلسلہ ہوتا ہے، مثلاً: تفسیر سورۂ نور کورس، فیضانِ تلاوتِ قرآن کورس، خاص طور پر ماہِ رمضان میں 20 یا 30 دن کے کورسز میں قرآنِ پاک کی تلاوت کے ساتھ قرآنی آیات کی تفسیر کے حصے بھی شامل کیے جاتے ہیں۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے مقدس کلام کو صحیح طور پر سمجھنے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

اٰمین بجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

---

1 بخاری، 3/410، رقم: 5027
2 مراۃ المناجیح، 3/217
3 بخاری، 1/74، حدیث: 143
4 بخاری، 1/45، حدیث: 75
5 تفسیر قرطبی، جز: 1/41
6 تفسیر قرطبی، جز: 1/41
7 تفسیر صراط الجنان، 1/31 ملخصاً

Go To Index

دارُالافتاء اہلسنّت

مفتی ابو محمد علی اصغر عطّاری مدنی*

دارُالافتاء اہلِ سنّت (دعوتِ اسلامی) مسلمانوں کی شرعی راہنمائی میں مصروفِ عمل ہے، تحریری، زبانی، فون اور دیگر ذرائع سے ملک و بیرونِ ملک سے ہزارہا مسلمان شرعی مسائل دریافت کرتے ہیں، جن میں سے چھ منتخب فتاویٰ ذیل میں درج کیے جارہے ہیں۔

1 غیر مسلم سے قربانی کا جانور خریدنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عیسائی بیوپاری سے قربانی کا جانور خریدنے کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

خرید و فروخت درست واقع ہونے کے لیے عاقدین کا مسلمان ہونا شرط نہیں، کافر سے بھی خرید و فروخت کرنا شرعاً جائز ہے، لہٰذا عیسائی بیوپاری سے قربانی کا جانور خریدنا شرعاً جائز ہے، جبکہ وہ جانور قربانی کے لائق ہو اور اس میں قربانی درست ہونے کی تمام تر شرائط پائی جاتی ہوں۔ (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، 5/135-فتاویٰ رضویہ، 14/421)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

2 کیا میت کی قربانی کا گوشت خود کھانا جائز ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ میت کی طرف سے کی گئی قربانی کے گوشت میں سے خود نہیں کھاسکتے۔ شرعی طور پر اس بات کی کیا حقیقت ہے، کیا یہ درست ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

میت کی طرف سے کی جانے والی قربانی عام طور پر میت کے ایصالِ ثواب کے لیے ہوتی ہے، اس میں سے قربانی والے کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ خود بھی کھا سکتا ہے، دوسروں کو بھی کھلا سکتا ہے، فقراء و اغنیاء میں تقسیم بھی کر سکتا ہے۔ اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر، 4/168-بہار شریعت، 3/345)

البتہ اگر میت کی وصیت کے مطابق قربانی کی جائے تو اب فقراء پر ہی اس کو صدقہ کرنا لازم ہے، اس میں سے نہ خود کھاسکتے ہیں، نہ کسی غنی کو کھلاسکتے ہیں۔

(فتاویٰ فیض الرسول، 2/444-بہار شریعت، 3/345)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

3 پیدائشی چھوٹی دم والے بکرے کی قربانی کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے قربانی کے لیے ایک بکرا خریدنا ہے۔ زید کو ایک خوبصورت بکرا پسند آیا ہے۔ وہ عیوب جن سے قربانی نہیں ہوتی، بکرے کے اندر موجود نہیں ہیں، لیکن اس بکرے کی دم پیدائشی اعتبار سے چھوٹی ہے۔ اس بات کی سو فیصد تحقیق ہے کہ بکرے کی دم کٹنے کی وجہ سے چھوٹی نہیں ہے، بلکہ پیدائشی طور پر ہی چھوٹی ہے۔ کیا ایسے بکرے کی قربانی کرسکتے ہیں یا نہیں؟ شرعی رہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت کے مطابق جس بکرے کی دم پیدائشی اعتبار سے چھوٹی ہے، تو ایسے بکرے کی قربانی جائز ہے۔

* محققِ اہلِ سنّت، دار الافتاء اہلِ سنّت نور العرفان، کھارادر کراچی

Go To Index

اس مسئلہ کی قریب ترین نظائر یہ ہیں کہ فقہائے کرام نے ایسی بکری جس کے پیدائشی کان چھوٹے ہوں اور اسی طرح بھیڑ یا دنبہ جس کی چکی پیدائشی اعتبار سے چھوٹی ہو، اس کی قربانی کو جائز قرار دیا ہے۔ اس کی وجہ فقہائے کرام نے یہ بیان فرمائی کہ عضو جب موجود ہو، خارجی اعتبار سے اس میں کوئی نقص یا عیب پیدا نہیں کیا گیا، بلکہ خلقت یعنی پیدائشی اعتبار سے اس کے سائز میں کمی بیشی ہوئی ہے، تو اس عضو کے چھوٹے، بڑے، موٹے، پتلے، زیادہ یا کم گوشت والا ہونے سے قربانی میں کوئی فرق اور رکاوٹ نہیں ہو گی اور ایسے جانور کی قربانی ہو جائے گی، جبکہ دیگر کوئی شرعی خرابی نہ پائی جائے، لہٰذا سوال میں پوچھے گئے بکرے کی پیدائشی دم چھوٹی ہو، تو اس کی قربانی جائز ہے۔

(جوہرہ نیرہ، 2/245-فتاوی ہندیہ، 5/279-فتاوی امجدیہ، 2/303)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

4 ایامِ قربانی کے بعد فوت شدہ قربانی کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صاحبِ نصاب اور مقیم شخص نے قربانی نہیں کی جبکہ اس نے قربانی کے لیے کوئی جانور بھی نہیں خریدا تھا۔ اب ایام قربانی گزر جانے کے بعد اس کے لیے کیا حکم ہے؟ کیا وہ صاحبِ نصاب جانور خرید کر صدقہ کر دے یا اسے ذبح کر کے اس گوشت کو صدقہ کر دے؟ کس طرح سے وہ بریٔ الذمہ ہو گا؟؟ رہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں اس صاحبِ نصاب شخص پر اوسطاً ایسی بکری کہ جس میں قربانی کی تمام شرائط پائی جاتی ہوں اسے زندہ صدقہ کرنا یا پھر اس کی قیمت صدقہ کرنا، واجب ہے۔ نیز بلا وجہ شرعی قربانی نہ کرنے کے گناہ سے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں توبہ کرنا بھی لازم ہے۔

البتہ قربانی کی قضا میں اب جانور کو ذبح نہیں کیا جا سکتا۔ (بدائع الصنائع، 6/280-درِ مختار مع ردالمحتار، 9/531 تا 533 ملتقطاً و ملخصاً-فتاوی رضویہ، 20/361-بہار شریعت، 1/338، 339-فتاوی فقیہ ملت، 2/248)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

5 نمازِ عید کے بعد خطبے سے پہلے قربانی کرنے کا حکم؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نمازِ عید ہو جانے کے بعد خطبے سے پہلے قربانی کرنے سے کیا قربانی ادا ہو جائے گی؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شہر میں قربانی درست ہونے کے لیے شرط ہے کہ نمازِ عید پڑھی جا چکی ہو کہ اصل نمازِ عید ہو جانے کا اعتبار ہے، لہٰذا نماز ہو جانے کے بعد خطبے سے پہلے ہی اگر کسی شخص نے قربانی کر دی، تو اس صورت میں اُس کی قربانی تو ادا ہو جائے گی لیکن وہ شخص اساءت کا مرتکب ہو گا۔ (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، 5/37-الدر المختار مع رد المحتار، 9/527، 528-حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، 11/14-بہار شریعت، 3/337 ملتقطاً)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

6 واجب قربانی کے گوشت سے زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے واجب قربانی کی اور اس میں سے جو گوشت اسے حاصل ہوا اسے زکوٰۃ کے طور پر شرعی فقیر کو دے دیا تو کیا زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟ کیونکہ 1200 روپے فی کلو گوشت ہے تو اگر دس کلو گوشت شرعی فقیر کو دے دے تو کیا یہ 12 ہزار روپے کا گوشت زکوٰۃ میں دیا جا سکتا ہے؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں قربانی کا گوشت کسی شرعی فقیر کو زکوٰۃ کے طور پر دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو گی۔ عید یا صدقہ واجبہ کی قربانی تو پہلے سے ایک واجب فریضہ ہے اس کا گوشت تو وہ ملکیت ہے جو اللہ کی راہ میں صرف ہو چکا۔ یہ تو اللہ کا فضل ہے کہ اس نے قربانی کرنے والے کو اسے کھانے اور استعمال کرنے کا حق دیا ہے۔ لیکن یہی گوشت کسی اور صدقہ واجبہ کی ادائیگی کے لیے استعمال نہیں ہو سکتا۔ (فتاوی ہندیہ، 5/308)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

Go To Index

اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی*

1 بیوی کی اجازت کے بغیر اس کی طرف سے قربانی کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری بیوی صاحب نصاب ہونے کے باوجود قربانی نہیں کر رہی میں نے اس کو سمجھایا بھی ہے، لیکن وہ نہیں مان رہی۔ میں نے اس سے کہا کہ چلو پھر میں تمہاری طرف سے قربانی کر دوں گا۔ وہ اس پر بھی راضی نہیں ہو رہی کیونکہ میں نے پہلے ہی کئی لوگوں کا لاکھوں میں قرض ادا کرنا ہے، اس لیے وہ مجھے منع کر رہی ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ میں بیوی کو بتائے بغیر ہی اس کی طرف سے قربانی کر دوں۔ اگر میں ایسا کرتا ہوں، تو کیا میری بیوی کی طرف سے قربانی ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دوسرے کی طرف سے قربانی کرنے کے لیے اس دوسرے شخص کی اجازت ضروری ہے چاہے یہ اجازت صراحتاً یعنی واضح الفاظ میں ہو یا دلالۃً یعنی Understood ہو۔ اگر کسی کی طرف سے واضح انکار ہو تو قربانی نہیں ہو گی۔ لہٰذا پوچھی گئی صورت میں بھی آپ کی بیوی کی طرف سے صراحتاً یا دلالۃً اجازت نہیں ہے، بلکہ واضح الفاظ میں منع کر رہی ہے، اس لیے بیوی کی اجازت کے بغیر بیوی کی طرف سے قربانی کرنے کی صورت میں بیوی کا واجب ادا نہیں ہو گا۔ (فتاویٰ ہندیہ، 5/302- ردالمحتار، 9/524- فتاویٰ رضویہ، 20/453- بہارِ شریعت، 3/350- ابلق گھوڑے سوار، ص9)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

2 مخصوص ایام میں نیتِ احرام اور دیگر مناسک حج کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک خاتون حجِ تمتع کے لیے آئی عمرہ کر کے احرام کھول چکی تھی آٹھ ذی الحجہ کو اس عورت کو ماہواری شروع ہو گئی ہے۔ تو کیا وہ اسی ماہواری میں ہی حج کے احرام کی نیت کر کے مِنیٰ عرفات وغیرہ جاسکتی ہے؟ شرعی رہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حج کا احرام باندھنے کے وقت عورت حائضہ ہو جائے، تو وہ بھی دیگر حاجیوں کی طرح حج کے احرام کی نیت کر کے منیٰ روانہ ہو گی۔ سنت یہ ہے کہ عام حجاج کی طرح نظافت کی خاطر غسل کر کے پھر نیت کرے۔ اگرچہ اصل غسل تو اس کو پاکی کے وقت کرنا ہو گا۔ یہ عورت سوائے طوافِ زیارت کے سب افعالِ حج ادا کرے گی طوافِ زیارت پاک ہونے پر ادا کرے گی۔ (تنویر الابصار متن درِ مختار، 3/630- حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، 1/513- فتاویٰ فقیہ ملت، 1/357)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

* محققِ اہلِ سنّت، دار الافتاء اہلِ سنّت نور العرفان، کھارادر کراچی

بزرگوں کی سواری آنا

محترمہ بنت مقصود عطاریہ طالبہ: فیضان آن لائن اکیڈمی گرلز کی جھلکیاں

معاشرے میں وقتاً فوقتاً بعض ایسی رسومات جنم لیتی ہیں جو آہستہ آہستہ مذہبی رنگ اختیار کر لیتی ہیں۔ ابتدا میں وہ صرف ایک سماجی طرزِ عمل ہوتا ہے، مگر رفتہ رفتہ انہیں روحانیت، بزرگوں کی نسبت یا کسی خاص سلسلے سے جوڑ دیا جاتا ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں "سواری" کے نام سے معروف ایک رسم کا تحقیقی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے، جو مختلف علاقوں میں مختلف انداز سے رائج ہے۔

یہ نظریہ ہمارے معاشرے میں جعلی پیروں اور جاہل عورتوں نے پیدا کر رکھا ہے۔ "سواری آنا" یا "سواری ہونا" سے مراد یہ لیا جاتا ہے کہ کسی عورت پر کسی بزرگ، ولی، یا کسی نہ نظر آنے والی ہستی کا اثر ہو جاتا ہے اور وہ غیر معمولی کیفیت میں چلی جاتی ہے۔ اس کیفیت میں وہ بعض اوقات مخصوص انداز میں گفتگو کرتی ہے اور اُس کی آواز بدل جاتی ہے، وہ بعض پیش گوئیاں کرتی ہے یا لوگوں کے مسائل کا حل بتاتی ہے اور اس سے جو بھی بات غیب کے متعلق پوچھی جائے وہ بتا دیتی ہے۔

یاد رکھئے! جن بزرگوں نے ساری زندگی اپنی نگاہوں اور جسم کی حفاظت کی وہ دنیا سے پردہ کرنے کے بعد معاذ اللہ غیر محرم عورتوں پر سواری کی صورت میں آئیں، ایسا ممکن نہیں، حقیقت میں یہ سارا شیطانی جنات کا کھیل ہوتا ہے جس سے وہ لوگوں میں پھوٹ ڈالتے ہیں۔

یہ کیفیت زیادہ تر مخصوص مجالس یا محافل میں ظاہر ہوتی ہے۔ بعض اوقات یہ کیفیت جذباتی دباؤ، ذہنی پریشانی یا گھریلو مسائل کے پس منظر میں سامنے آتی ہے۔ اکثر یہ عمل خواتین میں زیادہ دیکھا گیا ہے، خصوصاً وہ خواتین جو سماجی یا نفسیاتی دباؤ کا شکار ہوں۔ اس کیفیت کے بعد بعض افراد کو جسمانی کمزوری یا شدید تھکن لاحق ہو جاتی ہے۔

جس عورت پر یہ اثرات ہوتے ہیں وہ ہر سال عورتوں کو بلاتی ہے جسے پنجابی میں پیڑی کہا جاتا ہے۔ دیگر عورتیں اس عورت کی بہت عزت کرتی اور اس سے بہت ڈرتی ہیں۔ محفل میں جب جن اس پر سوار ہوتا ہے تو یہ تصور کیا جاتا ہے کہ بابا جی آگئے ہیں، عورت کی آواز بدل جاتی ہے، دیگر عورتیں اس سے دعائیں کراتی اور غیب کی خبریں پوچھتی ہیں، وہ جن جھوٹی خبریں دے کر گھروں میں لڑائی کرواتا ہے کہ فلاں نے تیرے اوپر جادو کیا ہے۔ اگر کسی پر سواری آتی ہو اور وہ کسی بزرگ کا نام لے کہ میں فلاں ہوں تب بھی کسی مضبوط عامل سے علاج کروا لینا چاہیے کیونکہ وہ حقیقت میں جن ہی ہوتا ہے۔ جب علاج ہو گا تو وہ جن بھاگ جائے گا۔ بعض اوقات خاندان کے اندر بھی ایسے افراد موجود ہوتے ہیں جو **سواری آنے** کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں، محض اس لئے کہ اس سے انہیں مالی فائدہ حاصل ہو جاتا ہے اور اگر یہ نہ بھی ہو تو کم از کم لوگوں کی توجہ اور واہ واہ ضرور ملتی ہے۔ لوگ ان کے گرد جمع ہوتے ہیں تو وہ خود کو اہم سمجھنے لگتے ہیں اور اسی میں لطف محسوس کرتے ہیں۔

شرعی حیثیت

جنات یا بزرگوں کی سواری آنے کی شرعی حیثیت یہ ہے کہ یہ عقیدہ قرآن و حدیث کی اصل تعلیمات سے ثابت نہیں

اور زیادہ تر توہم پرستی یا شیطانی اثرات پر مبنی ہے۔ بزرگانِ دین اپنی قبروں میں آرام فرما ہیں، وہ کسی کے جسم پر سوار نہیں ہوتے۔ مفتیِ اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد وقار الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کسی مرد یا عورت پر کسی بزرگ کی سواری نہیں آتی یہ دعویٰ فریب ہے۔ صرف جنات کا اثر ہوتا ہے وہ بھی کسی کسی پر۔ مگر ان جنات سے سوال کرنا یا آئندہ کا حال معلوم کرنا ناجائز ہے۔ (1)

یاد رہے! جنات سے آئندہ کی بات پوچھنی حرام ہے۔ مثلاً: پوچھنا کہ میرا بچہ کب تندرست ہو گا؟ میری فلاں جگہ شادی ہو گی یا نہیں؟ میں امتحان میں کامیاب ہوں گی یا نہیں؟ وغیرہ سوالات کرنا حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: بہت لوگ حاضرات کر کے مُؤکلان جن سے پوچھتے ہیں فلاں مقدمہ میں کیا ہو گا؟ فلاں کام کا انجام کیا ہو گا؟ یہ حرام ہے۔ (2)

سواری یا ڈھونگ؟

بعض اوقات تو یہ نرا ڈھونگ ہوتا ہے جو کہ حُبِّ جاہ اور سستی شہرت کے بھوکے لوگ عوام کو اپنی طرف متوجہ کرنے اور بھیڑ جمانے کے لئے رچاتے ہیں اور بسا اوقات یہ شریر جنات ہوتے ہیں جو کسی انسان پر غلبہ پا کر ایسی باتیں کرتے ہیں۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہ (یعنی شریر جنات) سخت جھوٹے کذاب ہوتے ہیں، اپنا نام کبھی شہید بتاتے ہیں اور کبھی کچھ۔ اس وجہ سے جاہلانِ بے خرد (یعنی بے عقل جاہلوں) میں **شہیدوں کا سر پر آنا** مشہور ہو گیا، ورنہ شہداءِ کرام (اور اولیائے عظام) ایسی خبیث حرکات سے منزہ و مبرا ہوتے ہیں۔ (3)

مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آسیب جن کی ایک قسم ہے جو کسی انسان پر مسلط ہو کر اسے ایذا دیتا ہے۔ یہ اُس وقت ہے کہ واقع میں کسی پر آسیب کا تسلط ہو ورنہ اس زمانہ میں بہت سی عورتوں کو اور بعض مردوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ حقیقتاً آسیب زدہ نہیں ہیں۔ لوگوں کو پریشان کرنے کے لئے آسیب زدہ ہونا ظاہر کرتے ہیں اور بنتے ہیں اور آسیب زدہ میں دو صورتیں ہوتی ہیں کبھی تو وہ آسیب خود ہی مسلط ہوتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بعض اعمال کے ذریعہ جن کو لوگ مسخر کر لیتے ہیں اور یہ مسخر کرنے والے اسے حکم دیتے ہیں کہ فلاں پر مسلط ہو جا! اسکے کہنے سے مسلط ہو جاتے ہیں مگر یہ ضروری نہیں کہ اسی آسیب نے جسکا نام بتایا ہو اسے خواہ مخواہ مُتہم (الزام) کیا جائے اور اسی کا بھیجا ہوا سمجھا جائے کہ اولاً تو اس میں شبہ ہے کہ یہاں آسیب ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بناوٹ ہو اور اگر آسیب ہو بھی تو یہ یقینی بات ہے کہ آسیب بکثرت جھوٹ بولتے ہیں۔ ہر عامل اس کو جانتا ہے اور اس قسم کا اس کو سابقہ پڑتا ہے۔ لہٰذا صرف اس کے کہہ دینے سے ہرگز یہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ یہ سچا ہے اور اسی کا بھیجا ہے۔ خصوصاً کسی مسلمان عورت پر ایسی تہمت رکھنا اور خصوصاً ایسے وقت جبکہ باعتبارِ دین و دیانت بہتر حالت رکھتی ہو محض آسیب زدہ کے کہہ دینے سے اس پر تہمت رکھنا حرام ہے۔ (4)

یاد رہے! اسلام میں ولایت، کرامت اور بزرگانِ دین کا مقام مسلّم ہے، مگر اس کے ساتھ یہ اصول بھی واضح ہے کہ کسی بھی غیر معمولی کیفیت کو فوراً کرامت یا روحانی تصرف قرار دینا درست نہیں۔ شریعت کے خلاف کوئی بھی بات، حرکت یا دعویٰ قابلِ قبول نہیں۔ اگر کسی مجلس میں سواری کے نام پر ایسے افعال ہوں جو شریعت کے خلاف ہوں تو یہ سب قابلِ مذمت ہیں۔ دینِ اسلام سادگی، اعتدال اور دلیل پر قائم ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہر رسم کو قرآن و سنت کے میزان پر پرکھا جائے اور جو چیز دین کے مطابق ہو اسے اختیار کیا جائے اور جو خلاف ہو اسے حکمت کے ساتھ چھوڑا جائے۔

مؤکلات کی حاضری کی حقیقت

بزرگوں کی سواری اور حاضری کے ساتھ ساتھ مؤکلات (جنات) کا تصور بھی ہمارے معاشرے میں خاصا رائج ہو چکا

ہے۔ موجودہ دور میں بعض جعلی صوفیا اور عاملین یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے پاس مؤکلات ہیں اور وہ انہی کے ذریعے مسائل حل کرتے ہیں۔ چنانچہ جب کسی کے ہاں چوری، ڈکیتی یا کوئی اور پریشانی پیش آتی ہے، یا لوگ مستقبل کے بارے میں جاننے کے خواہش مند ہوتے ہیں تو ایسے افراد کے پاس رجوع کرتے ہیں۔ یہ عاملین محض اٹکل اور قیاس سے بات کرتے ہوئے کہہ دیتے ہیں کہ چور کے نام کا پہلا حرف مثلاً: **ن** ہے۔ اب اگر اتفاق سے کسی قریبی رشتہ دار یا جاننے والے کا نام اس حرف سے شروع ہوتا ہو تو بلا تحقیق اسی پر الزام رکھ دیا جاتا ہے، جس سے بدگمانی، بہتان اور باہمی لڑائی جھگڑوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ یوں ایک بے بنیاد دعویٰ نہ صرف خاندانی تعلقات کو نقصان پہنچاتا ہے بلکہ معاشرے میں فساد اور انتشار کا سبب بھی بنتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کے دعوے نہ شرعی بنیاد رکھتے ہیں اور نہ ہی عقلِ سلیم انہیں قبول کرتی ہے۔ ایسے لوگوں کے فریب میں آنا ایمان و اخلاق دونوں کے لئے نقصان دہ ہے۔ جیسا کہ قرآنِ پاک سے یہ بات ثابت ہے کہ جنات کو غیب کا علم نہیں ہوتا۔ جیسا کہ مفتی سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ ایک آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: حضرت سلیمان علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی تھی کہ ان کی وفات کا حال جنات پر ظاہر نہ ہو تاکہ انسانوں کو معلوم ہو جائے کہ جن غیب نہیں جانتے پھر آپ محراب میں داخل ہوئے اور حسبِ عادت نماز کے لئے اپنے عصا پر تکیہ لگا کر کھڑے ہو گئے، جنات حسبِ دستور اپنی خدمتوں میں مشغول رہے اور یہ سمجھتے رہے کہ حضرت زندہ ہیں اور حضرت سلیمان کا عرصۂ دراز تک اسی حال پر رہنا ان کے لئے کچھ حیرت کا باعث نہیں ہوا کیونکہ وہ بارہا دیکھتے تھے کہ آپ ایک ماہ، دو دو ماہ اور اس سے زیادہ عرصہ تک عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور آپ کی نماز بہت دراز ہوتی ہے حتی کہ آپ کی وفات کے پورے ایک سال بعد تک جنات آپ کی وفات پر مطلع نہ ہوئے اور اپنی خدمتوں میں مشغول رہے یہاں تک کہ بحکمِ الٰہی دیمک نے آپ کا عصا کھا لیا اور آپ کا جسمِ مبارک جو لاٹھی کے سہارے سے قائم تھا زمین پر آیا، اس وقت جنات کو آپ کی وفات کا علم ہوا۔[5]

امام طبری نقل فرماتے ہیں: شیاطین جن حضرت سلیمان علیہ السلام کے وصال کے بعد ایک سال تک کام کرتے رہے، پھر بعد میں لوگوں کو یقین ہو گیا کہ جنات کا دعویٔ علمِ غیب کرنا جھوٹ ہے کہ اگر یہ غیب جانتے ہوتے تو حضرت سلیمان کے وصال کو جان لیتے اور ایک سال تک اس عذاب میں گرفتار نہ ہوتے۔[6] لہٰذا قرآن سے ثابت ہو گیا کہ جن علمِ غیب نہیں رکھتے یعنی یہ نہیں بتا سکتے کہ چوری کس نے کی؟ کالا علم کس نے کیا؟ کل کیا ہو گا؟ وغیرہ۔

یہ ممکن ہے کہ عامل جن کو یہ پتا کرنے کے لئے بھیجے کہ چوری کس نے کی ہے اور جن چونکہ لوگوں کو نظر نہیں آتا تو رشتہ داروں اور محلے داروں کے گھر جا کر کوئی بات سن کر عامل کو بتا دے۔ کیونکہ جن جھوٹ بھی بولتے ہیں اس لئے جن کے کہنے پر بھی کسی پر چوری کا الزام نہیں لگایا جا سکتا۔

دوسرا یہ کہ اکثر عامل جھوٹ بولتے ہیں کہ ان کے پاس موکلات ہیں۔ موکلات کو قید کرنا ہر کسی کا کام نہیں، جان جانے کا خطرہ ہوتا ہے اور اگر موکلات ہوں بھی تو اس کا نقصان ہے کہ بندے میں تکبر پیدا ہوتا اور کئی حرام ہوتے ہیں، مثلاً: کسی کو جن کی مدد سے جانی و مالی نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ پاک ہمیں صحیح فہمِ دین عطا فرمائے اور ہر قسم کی بے بنیاد رسومات سے بچائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

1. وقار الفتاوی، 1/177
2. فتاویٰ افریقہ، ص177، 178
3. فتاویٰ رضویہ، 21/218
4. فتاویٰ امجدیہ، 4/229
5. تفسیر خزائن العرفان، ص795
6. تفسیر طبری، 10/359، رقم: 28778

Go To Index

تنہائی میں سمجھانے کے فوائد

محترمہ ام انس عطاریہ
ذمہ دار شعبہ ماہنامہ خواتین (کراچی سطح)، رکن انٹرنیشنل افیئرز ڈیپارٹمنٹ

حضرتِ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس نے اپنے مسلمان بھائی کو اکیلے میں سمجھایا، اس نے اس کو نصیحت کی اور زینت بخشی اور جس نے کسی کو سب کے سامنے سمجھایا اس نے اسے رسوا کیا اور اس کے ساتھ خیانت کی۔[1]

خلوصِ نیت کے ساتھ کسی کی اصلاح کرنا یقیناً اجر و ثواب کا کام ہے اور حکمِ قرآنی بھی۔ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ۝۵۵ (پ27، الذّٰریٰت:55) ترجمہ: اور سمجھاؤ کہ سمجھانا ایمان والوں کو فائدہ دیتا ہے۔

سمجھانے اور نصیحت کرنے کے فائدے ہی فائدے ہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ نصیحت اور اصلاح درست طریقے سے ہو۔ دروازہ کھلوانے کے لئے دستک دی جاتی ہے دروازہ توڑا نہیں جاتا، اسی طرح کسی کی غلطی پر اس کی اصلاح کے لئے بھی پیار اور اخلاص بھرے انداز سے اس کے دل و دماغ پر دستک دینا زیادہ مفید ہے۔ اس کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ اکیلے میں سمجھایا جائے، کیونکہ تنہائی میں کی جانے والی اصلاح انسان کی شخصیت کی حقیقی تعمیر کا سبب ہوتی ہے، جبکہ سب کے سامنے سمجھانے سے بات بننے کے بجائے بگڑ جاتی ہے۔ حضرت اُمِّ درداء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جس نے کسی کو سب کے سامنے سمجھایا اس نے اسے عیب لگایا۔[2]

سمجھانے کے مثبت انداز

تنہائی میں اصلاح کرنے کے لئے چند امور پیشِ نظر رکھے جائیں تو بہت فائدہ ہو گا: اصلاح کرنے کی نیت کیجئے اور یہ خیال رکھیے کہ سامنے والی کسی بھی طرح کی توہین محسوس کرے نہ شرمندگی، جس کی اصلاح کر رہی ہیں اس سے شفقت کا اظہار کیجئے، محبت بھرا سلوک کیجئے، اس کی غلطی سے اسے نفرت دلانے کی کوشش کیجئے، اس کی غلطی کا نقصان بتانے کے ساتھ ساتھ اس سے محفوظ رہنے کی تدبیر بھی بتائیے اور ممکنہ صورت میں متبادل طریقہ بھی بتائیے۔ اگر اس نے آپ کی بات مان لی تو شکریہ ادا کیجیے اور اگر بچہ ہے تو شاباشی دیجئے اور ہو سکے تو تحفہ بھی دیجیے، اگر آپ نے ایسا کر لیا تو یقین کیجیے سمجھانے کا بہت اچھا نتیجہ سامنے آئے گا۔ البتہ! جو عمر اور مرتبے میں ہم سے چھوٹے ہوں ان کو سمجھانا تو بہت آسان ہے لیکن جو عمر اور رتبے میں بڑے ہوں ان کو سمجھانے کے لئے ایسا انداز اپنانا ہو گا کہ ان کی عزت پر حرف نہ آئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا اصلاح فرمانے کا انداز بہت خوبصورت تھا، اگر کسی فرد یا جماعت سے کوئی برائی ہو جاتی تو حضور اپنے وعظ میں کسی کا نام لئے بغیر یوں فرمایا کرتے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسا ایسا کرتے ہیں۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور نے ایک کام کیا اور لوگوں کو بھی اس کی رخصت دے دی لیکن کچھ لوگوں نے وہ کام نہ کیا۔ جب حضور کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے خطبہ دیا اور اللہ کی حمد کے بعد ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو اس کام سے پرہیز کرتے ہیں جو میں کرتا ہوں! اللہ پاک کی قسم! میں اللہ پاک کو ان سب سے زیادہ جانتا ہوں اور ان سب سے زیادہ اللہ پاک سے ڈرنے والا ہوں۔[3] اسی طرح حضور کی چچازاد حضرت دُرّہ بنتِ ابو لہب رضی اللہ عنہا کو بعض عورتوں

Go To Index

نے ان کے باپ کے کفر کے طعنے دیئے اور انہیں اس پر عار دلایا تو حضور نے منبرِ اقدس پر جلوہ فرما ہو کر بغیر کسی کا نام لئے ارشاد فرمایا: اے لوگو! کیا بات ہے کہ مجھے میرے خاندان کے معاملے میں تکلیف دی جا رہی ہے! خدا کی قسم! میری شفاعت میرے قرابت داروں کو ضرور پہنچے گی۔[4]

منفی رویے اور تباہ کن نتائج

ہمارے معاشرے میں بسا اوقات اصلاح کرنے والیوں کو خود بھی اپنے اندازِ اصلاح کی اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہر ایک کو غور کرنا چاہیے کہ وہ دوسروں کی راہ نمائی کس اسلوب سے کر رہی ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہم نیت کے اعتبار سے مخلص ہوتی ہیں، لیکن ہمارا لہجہ یا طریقہ ایسا ہوتا ہے جو اصلاح کے بجائے رکاوٹ بن جاتا ہے۔ کبھی ہم کسی کی غلطی سب کے سامنے اس انداز میں بیان کرتی ہیں کہ اس کے اندر قبولیت کے بجائے ضد پیدا ہو جاتی ہے۔ ظاہر ہے، جب کسی کا وقار مجروح ہو یا اسے نیچا دکھایا جائے تو وہ دفاعی رویہ اختیار کرتی ہے اور یوں اصلاح کا مقصد حاصل نہیں ہو پاتا۔ پھر ہم کہہ دیتی ہیں کہ اسے سمجھانے کا کوئی فائدہ نہیں، حالانکہ مسئلہ سمجھانے میں نہیں بلکہ ہمارے طریقے میں ہوتا ہے۔

اسی طرح ماؤں کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت کے انداز پر غور کریں۔ بچوں کو سب کے سامنے ڈانٹنا یا ان کی غلطیوں کو نمایاں کرنا مناسب نہیں۔ اگر کوئی غلطی ہو جائے تو تنہائی میں پیار اور حکمت کے ساتھ سمجھایئے۔ اگر بچے کا نتیجہ اچھا نہ آئے تو اسے سب کے سامنے شرمندہ کرنے کے بجائے الگ بٹھا کر حوصلہ دیجیے، اس میں خود اعتمادی پیدا کیجیے اور اسے یقین دلایئے کہ وہ محنت کے ذریعے بہتر مقام حاصل کر سکتا ہے۔ ساتھ ہی اس کی کوتاہیوں کی نشاندہی بھی نرمی سے کیجیے اور آئندہ کے لئے راہ نمائی دیجیے۔ اپنے جذبات کا اظہار بھی کیجیے تاکہ بچے کو احساس ہو اور اس کے دل میں آپ کے لئے محبت اور آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا ہو۔

اسی طرح اگر کوئی ساس اپنی بہو کی اصلاح کرنا چاہے تو اسے بھی چاہیے کہ سب کے سامنے ڈانٹ ڈپٹ کے بجائے تنہائی میں محبت اور خیر خواہی کے ساتھ بات کرے، تاکہ بات دل میں اتر سکے۔

یاد رہے! اصلاح میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ سمجھانے والی خود کیسی ہے۔ اپنے آپ پر غور کیجیے کہ جو بات کسی کو سمجھانے جا رہی ہیں، خود اس پر عمل کر رہی ہیں یا نہیں۔ جیسے ایک بے نمازی دوسری کو نماز کی تلقین نہیں کر سکتی، یا ایک بے پردہ عورت دوسروں کو پردے کی نصیحت نہیں کر سکتی۔ اس لئے سمجھانے والی کا کردار سب سے اہم ہے۔

تنہائی میں سمجھانے کے فوائد

جب کسی کو سب کے سامنے ٹوکا جائے تو شرمندگی اور ناراضی پیدا ہوتی ہے، لیکن تنہائی میں سمجھانے سے عزت اور محبت برقرار رہتی ہے اور بات آسانی سے قبول ہو جاتی ہے۔

اصلاح کا مقصد رسوا کرنا نہیں بلکہ بہتر بنانا ہوتا ہے، اس لئے غلطی کو نرمی، خیر خواہی اور تنہائی میں بیان کرنا سب سے مؤثر طریقہ ہے۔

دعوتِ اسلامی کے دینی ماحول میں بھی یہی اصول اپنایا جاتا ہے: اگر کوئی برائی ظاہر ہو تو براہِ راست یا مبلغ کے ذریعے اصلاح کی جاتی ہے، کسی اور کے سامنے ذکر نہیں کیا جاتا۔

اگر گھر اور خاندان میں بھی یہی ماحول قائم کیا جائے کہ غلطیاں سب کے سامنے بیان نہ ہوں بلکہ تنہائی میں نرمی اور محبت کے ساتھ سمجھائی جائیں، تو گھر امن اور محبت کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ ساس بہو، شوہر بیوی یا والدین و بچوں کے درمیان غلطیوں کی اصلاح اسی طریقے سے کی جائے تو تعلقات مضبوط رہیں گے، محبت بڑھے گی اور احترام بھی قائم رہے گا۔

---

1 حلیۃ الاولیاء، 9/149، حدیث: 13464

2 شعب الایمان، 6/112، حدیث: 7641

3 بخاری، 4/127، حدیث: 6101

4 اسد الغابہ، 7/114

سب کے سامنے سمجھانے کے نقصانات

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 47ویں تحریری مقابلے سے منتخب کرکے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کیے جارہے ہیں۔)

محترمہ بنتِ محمد اشرف عطاریہ (فرسٹ پوزیشن)
(طالبہ: درجۂ دورۂ حدیث، جامعۃ المدینہ 137 روڈ سمندری)

انسان ایک معاشرتی مخلوق ہے اور معاشرے میں رہتے ہوئے اسے ایک دوسرے کی اصلاح اور راہ نمائی کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے۔ سمجھانا اور نصیحت کرنا بلاشبہ ایک اچھا عمل ہے، لیکن ہر اچھا عمل اگر غلط انداز یا غلط موقع پر کیا جائے تو وہ فائدے کے بجائے نقصان کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ خاص طور پر کسی کو سب کے سامنے سمجھانا بعض اوقات اس کی عزتِ نفس کو مجروح کر دیتا ہے، دل آزاری کا باعث بنتا ہے اور اصلاح کے بجائے ضد اور دوری پیدا کر دیتا ہے۔ اسی لئے ضروری ہے کہ ہم سمجھانے کے صحیح طریقے اور مناسب موقع کا خیال رکھیں، تاکہ ہماری بات اثر بھی کرے اور کسی کی دل شکنی بھی نہ ہو۔ بہتر یہ ہے کہ جس کی غلطی ہو اس کی الگ سے اصلاح کی جائے یوں اس کو اچھا بھی لگے گا اور شرمندگی بھی نہیں ہوگی اور بات بھی جلدی سمجھ آئے گی۔ اگر علی الاعلان اصلاح کی کوشش کریں گی تو شیطان اس کو ضد میں مبتلا کر سکتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنی غلطی کو درست ثابت کرنے کے لئے مزید 10 غلطیاں اور کرے گی۔

حضرت اُمِّ درداء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جس نے اپنے مسلمان بھائی کو اکیلے میں سمجھایا اس نے اسے زینت بخشی اور جس نے اسے سب کے سامنے سمجھایا اس نے اسے عیب لگایا۔(1) حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس نے اپنے مسلمان بھائی کو اکیلے میں سمجھایا اس نے اسے زینت دی اور جس نے اسے سب کے سامنے سمجھایا اس نے اسے رسوا کیا اور اس کے ساتھ خیانت کی۔(2)

سب کے سامنے سمجھانا یا ڈانٹ دینا صرف دل کو ہی نہیں بلکہ دماغ اور جسم پر بھی منفی اثر ڈال سکتا ہے۔ یہ اثرات نفسیاتی بھی ہوتے ہیں اور جسمانی بھی۔ چند باتیں یہ ہیں:

شرمندگی اور ذہنی دباؤ: جب کسی کو سب کے سامنے ٹوکا جائے تو دماغ اسے خطرہ سمجھتا ہے۔ اس وقت جسم میں اسٹریس ہارمون بڑھ جاتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں دل کی دھڑکن تیز، گھبراہٹ، دماغ کا صحیح سوچ نہ پانا، بات سمجھنے کے بجائے صرف شرمندگی محسوس ہونا پایا جاتا ہے۔

خود اعتمادی میں کمی: بار بار سب کے سامنے سمجھانے سے انسان خود کو کمزور محسوس کرنے لگتا ہے، "میں کچھ نہیں کر سکتی" والا احساس پیدا ہوتا اور شخصیت دب جاتی ہے۔

ضد اور دفاعی رویہ: دماغ اپنی عزت بچانے کے لئے دفاعی ہو جاتا ہے۔ بات ماننے کے بجائے بحث کرنا، دل میں ناراضی رکھنا، اصلاح کے بجائے دوری پیدا ہونا جیسے نتائج سامنے آتے ہیں۔ نیز اس کا سماجی نقصان یہ ہے کہ سب کے سامنے سمجھانے سے رشتوں میں دراڑ اور دل میں کینہ پیدا ہوتا ہے اور بات اثر نہیں کرتی۔

مختصراً یہ کہ سمجھاتے ہوئے مسلمان کی عزت کا خیال رکھیے اور اچھے الفاظ کے ساتھ سمجھایئے تاکہ سمجھنے والی کو آپ

سے وحشت نہ ہو اور وہ آئندہ بھی آپ سے تربیت لینے میں کسی بھی ہچکچاہٹ کا شکار نہ ہو۔

اللہ پاک ہمیں اچھے انداز کے ساتھ اصلاح کرنے کا جذبہ نصیب فرمائے۔ اٰمِین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

محترمہ بنتِ مقصود عطاریہ
(فیضان آن لائن اکیڈمی بحرین، عرب)

اللہ پاک فرماتا ہے: وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ(۵۵) (پ27، الذّٰریٰت:55) ترجمہ: اور سمجھاؤ کہ سمجھانا ایمان والوں کو فائدہ دیتا ہے۔ اس آیتِ مبارکہ میں مسلمانوں کو سمجھانے کا حکم دیا گیا ہے لیکن یاد رہے کہ سمجھانا بھی ایک فن ہے، اللہ کرے یہ ہمیں آجائے۔ اگر شرعی اعتبار سے کسی کو سمجھانا آپ پر ضروری ہو اور آپ اس کی اہل بھی ہوں تو بڑوں کو احترام سے اور چھوٹوں کو شفقت کے ساتھ سمجھایئے۔ سب کے سامنے جارحانہ انداز میں یا ڈانٹ کر اگر سمجھائیں گی تو ہو سکتا ہے کہ سامنے والی چپ ہو جائے لیکن دلی طور پر اپنی اصلاح کرنے کے لئے تیار نہ ہو کیونکہ اس طرح کرنے سے نصیحت پر تاثیر نہیں رہتی۔ جیسا کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: جس نے اپنے مسلمان بھائی کو سب کے سامنے نصیحت کی اس نے اسے ذلیل کیا اور جس نے اپنے مسلمان بھائی کو تنہائی میں نصیحت کی اس نے اسے زینت بخشی۔(3)

سب کے سامنے سمجھانے کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس سے انسان کی عزتِ نفس مجروح ہوتی ہے۔ ہر انسان فطری طور پر عزت اور احترام چاہتا ہے۔ جب کسی کو لوگوں کے سامنے ٹوکا جائے یا اس کی غلطی نمایاں کی جائے تو وہ شرمندگی اور ذلت محسوس کرتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس نے اپنے مسلمان بھائی کو تنہائی میں سمجھایا اس نے اسے نصیحت کی اور زینت بخشی اور جس نے سب کے سامنے سمجھایا اس نے اسے رسوا کیا اور خیانت کی۔(4)

امام اجل حضرت شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بزرگوں کا طریقہ یہ تھا کہ جب وہ کسی کی کوئی ناپسندیدہ حرکت دیکھتے تو تنہائی میں اسے سمجھاتے یا اس حوالے سے اسے خط لکھتے، کیونکہ نصیحت و فضیحت میں یہی فرق ہے۔ سب کے سامنے سمجھانا فضیحت (رسوائی) اور تنہائی میں سمجھانا نصیحت کہلاتا ہے۔ ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے کہ لوگوں کے سامنے کسی کو سمجھاتے ہوئے رضائے الٰہی کی نیت بھی درست ہو، کیونکہ یہ انتہائی برا طریقہ ہے۔(5)

آخری نبی، محمد عربی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو جب کسی کی کوئی ناگوار بات معلوم ہوتی تو اس کا پردہ بھی رکھتے اور اصلاح کے لئے یوں ارشاد فرماتے: لوگوں کو کیا ہو گیا جو ایسی ایسی بات کہتے ہیں۔(6)

کاش! ہمیں بھی اصلاح کا ڈھنگ آجائے، ہمارا تو اکثر حال یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی کو سمجھانا بھی ہو تو بلا ضرورتِ شرعی سب کے سامنے نام لے کر یا اسی کی طرف دیکھ کر اس طرح سمجھائیں گی کہ بے چاری کی خامیاں سب کے سامنے کھول کر رکھ دیں گی، اپنے ضمیر سے پوچھ لیجئے کہ یہ سمجھانا ہوا یا اسے ذلیل کرنا ہوا؟ اس طرح سدھار پیدا ہو گا یا مزید بگاڑ بڑھے گا؟

یاد رکھئے! اگر ہمارے رعب سے سامنے والی چپ ہو گئی یا مان گئی تب بھی اس کے دل میں ناگواری سی رہ جائے گی جو کہ بغض و کینہ اور غیبت و تہمت وغیرہ کے دروازے کھول سکتی ہے۔ حضرت اُمِّ درداء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جس نے اپنے مسلمان بھائی کو اکیلے میں سمجھایا اس نے اسے زینت بخشی اور جس نے اسے سب کے سامنے سمجھایا اس نے اسے عیب لگایا۔(7)

البتہ! اگر پوشیدہ نصیحت نفع نہ دے تو پھر (موقع اور منصب کی مناسبت سے) علانیہ نصیحت کرے۔(8)

---

(1) شعب الایمان، 6/112، حدیث: 7641 (2) حلیۃ الاولیاء، 9/149، حدیث: 13464 (3) تنبیہ الغافلین، ص 49 (4) حلیۃ الاولیاء، 9/149، حدیث: 13464 اور (5) قوت القلوب، 2/371 (6) ابو داود، 4/328، حدیث: 4788 (7) شعب الایمان، 6/112، حدیث: 7641 (8) تنبیہ الغافلین، ص 49

تحریری مقابلہ

اہم نوٹ !ان صفحات میں ماہنامہ خواتین کے 47ویں تحریری مقابلے میں موصول ہونے والے 230 مضامین کی تفصیل یہ ہے:

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
حضور ﷺ کی اصحاب بدر سے محبت	92	سب کے سامنے سمجھانے کے نقصانات	83	خواتین دین کا کام کیسے کریں؟	55

مضمون بھیجنے والیوں کے نام

حضور ﷺ کی اصحاب بدر سے محبت: بہاولپور:یزمان:بنت محمد یانس۔ حیدر آباد:لطیف آباد 8:بنت سید جاوید اقبال۔ خوشاب:جوہر آباد:بنت محمد الیاس۔ راولپنڈی: نیو افضل ٹاؤن:بنت عاطف۔ ساہیوال:طارق بن زیاد کالونی:بنت شفقت علی۔ سیالکوٹ:پاکپورہ:بنت عبد اللہ،بنت لیاقت علی،بنت محمد نعیم،بنت محمد منیر،بنت محمد یونس،بنت محمد نواز،بنت عبد القیوم،اخت اسد،بنت وسیم حسین،ہمشیرہ محمد حبیب،بنت اصغر علی۔ تلواڑہ مغلاں:بنت محمد طارق محمود،بنت عارف حسین،بنت محمد جمیل،بنت جاوید،خوشبوئے مدینہ،بنت احمد رضا،بنت نصیر احمد،بنت طارق،بنت جاوید آصف،اخت حسین،اخت ابراہیم،اخت اسد،بنت سائیں ملنگا،بنت خالد حسین،بنت ندیم۔ شفیع کا بھٹہ:بنت کرامت علی،بنت جعفر حسین،بنت محمد آصف اقبال،بنت عرفان،بنت محمد شاہد،بنت رزاق بٹ،بنت سید حسنین آصف شاہ،بنت عارف محمود،بنت کاشف شیراز،بنت سلیم،بنت رحمت،بنت ہمایوں،ہمشیرہ حضر علی،بنت سید عاشق حسین شاہ،بنت اصغر،بنت اشفاق احمد،بنت محمد شاہد،ہمشیرہ نوید علی،بنت محمد اشفاق۔ گلبہار:بنت محمد شہباز،بنت ریاض۔ مظفر پورہ:بنت محمد شہباز،بنت محمد طارق،ام سلمی،بنت عمران،بنت اعظم۔ معراج کے:بنت ریاض احمد،بنت محمد اسلم،بنت رضا حسین،بنت محمد بوٹا،بنت غلام عباس،بنت محمد ادریس،بنت ذوالفقار علی،بنت نصیر احمد۔ میانہ پورہ:بنت الیاس،بنت قمر شمس،بنت محمد جمیل،بنت منور،بنت محمد عمران،بنت عتیق،بنت اعظم مبین،بنت سہیل،بنت محمد عمران،اخت حمزہ عمران۔ ندپور:بنت محمد سلیم،بنت محمد الیاس،بنت ندیم،بنت ہدایت اللہ،بنت عبد الستار۔ نواں پنڈ:آرائیاں:بنت سلامت علی،بنت اختر،بنت شمس۔ شیخوپورہ: مانانوالہ:بنت گوہر علی۔ کراچی:ام نور۔ علی شاہ بخاری:بنت ارشاد احمد۔ فیضان آمنہ:بنت رحمت علی۔ فیضان رضا:بنت محمد اسماعیل۔ فیضان عطار:ہمشیرہ احمد رضا۔ گلشن معمار:بنت محمد اکرم۔ گجرات:کنگ سہالی:بنت زبیر احمد۔ گوجرانوالہ:کامونکی:بنت محمد رمضان۔ لاہور:کرباٹھ گاؤں:بنت عابد علی۔

سب کے سامنے سمجھانے کے نقصانات: بہاولپور:یزمان:بنت محمد یونس۔ حیدر آباد:لطیف آباد 8:بنت شکیل احمد،ہمشیرہ سید قوسین حیدر۔ خوشاب:جوہر آباد:بنت امتیاز حسین۔ راولپنڈی:اڈیالہ:بنت غلام حسین شاکر۔ ساہیوال:طارق بن زیاد:بنت شفقت علی۔ سیالکوٹ:پاکپورہ:بنت محمد انور حسین،بنت سید رضوان علی،بنت مظہر جلیل،بنت محمد منیر،بنت محمد طاہر جمیل،بنت شفاقت علی،بنت محمد عمران،بنت احمد رضا،بنت اصغر،بنت شاہد،بنت سلیم،بنت نوید حسین،بنت شمشاد علی،ہمشیرہ دانیال۔ تلواڑہ مغلاں:بنت محمد انور،بنت رزاق احمد،بنت محمد اعجاز احمد،بنت بشارت علی،بنت جاوید آصف،بنت محمد شکور،اخت عبد الاحد،بنت انور۔ سید پور:بنت امجد علی۔ شفیع کا بھٹہ:ہمشیرہ حنظلہ صابر،بنت ذوالفقار انور،بنت محمد نواز،بنت سرور،بنت محمد اکرام،بنت محمد اشفاق،بنت محمد امین،بنت عرفان،ہمشیرہ حامد،بنت عبد الحمید،بنت محمد اصغر مغل،بنت عثمان علی،بنت جعفر حسین،بنت عبد الرزاق،بنت ارشد،بنت ندیم جاوید۔ گلبہار:ام ہلال،بنت حافظ محمد الیاس،بنت محمد شہباز۔ مظفر پورہ:بنت محمد طارق،ام سلمی،بنت حافظ محمد شبیر،بنت اظہر اقبال۔ معراج کے:بنت محمد جاوید،بنت محمد اشرف،بنت محمد رفیق۔ میانہ پورہ:بنت الیاس،بنت قمر شمس،بنت منور،بنت محمد جمیل،بنت محمد عمران،بنت عتیق،بنت اعظم مبین،بنت محمد عمران،بنت سہیل۔ ندپور:بنت ہدایت اللہ،بنت ندیم،بنت افتخار احمد،بنت عبد الستار۔ نواں پنڈ:آرائیاں:بنت محمد منیر،بنت اختر،بنت محمد زمان،بنت شمس،بنت عبد الروف۔ فیصل آباد: 137 روڈ سمندری:بنت محمد اشرف۔ چیاں:بنت ارشد محمود۔ کراچی:پی آئی بی کالونی:بنت علی محمد۔ فیضان رضا:بنت ساجد علی۔ فیضان عطار:بنت اسماعیل۔ فیض مدینہ:بنت طفیل الرحمان ہاشمی۔ کوئٹہ:مسلم ٹاؤن:بنت احمد دین۔ گوجرانوالہ:ضلع کامونکی:بنت محمد رمضان۔ لاہور:جوہر ٹاؤن:بنت منصور۔ نارووال:بنت محمد

Go To Index

جاوید، بنت انور منظور۔ عرب: بحرین: بنت مقصود۔

خواتین دین کا کام کیسے کریں؟ حیدر آباد: لطیف آباد 8: بنت سکندر خاور۔ ساہیوال: طارق بن زیاد کالونی: بنت شفقت علی۔ سیالکوٹ: پاکپورہ: بنت اظہر، اخت اسد، بنت کاشف منیر، بنت محمد ناظم، بنت ذیشان، بنت محمد طفیل۔ تلواڑہ مغلاں: بنت جاوید سرور، بنت شفیق، بنت عبدالستار، بنت بشارت علی، بنت عدنان یوسف، بنت مطہر محمود، بنت محمد آصف، بنت فیصل مجید، بنت خلیل تبسم، بنت رضا مصطفی۔ چوبارہ: بنت سلامت علی۔ شفیع کا بھٹہ: بنت صغیر احمد، ہمشیرہ محمد منیب، بنت محمد سلیم، بنت سعید، بنت عرفان، بنت محمد جمیل، بنت محمد شریف، ہمشیرہ عمر جٹ، بنت محمد طارق۔ معراج کے: بنت محمد ذوالفقار، بنت منیر حسین، بنت طاہر حسین، بنت محمد ادریس۔ میانہ پورہ: بنت الیاس، بنت قمر شمس، بنت منور، بنت محمد جمیل، بنت محمد عمران، بنت عتیق، بنت اعظم مبین، بنت محمد عمران، بنت سہیل، اخت حمزہ عمران۔ نند پور: بنت ندیم، بنت ہدایت اللہ، بنت عبدالستار۔ نواں پنڈ: آرائیاں: بنت اختر، بنت شاہد، بنت شمس۔ قصور: چونیاں الہ آباد: بنت اختر، بنت انور۔ گجرات: بنت غلام غوث۔ گوجرانوالہ: کاموں کی: بنت محمد رمضان۔ لاہور: بربنس پورہ: بنت افضل۔ جوہر ٹاؤن: بنت منصور۔ نواب شاہ: بہار شریعت: بنت محمد آصف اقبال۔ عرب شریف: جدہ: بنت اسلم۔

محترمہ بنتِ منصور مدنیہ عطاریہ (فرسٹ پوزیشن)

(معلمہ: جامعۃ المدینہ ای ون جوہر ٹاؤن لاہور)

ارشادِ خداوندی ہے: وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِؕ وَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝ (پ4، ال عمرٰن:104) ترجمہ: اور تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری بات سے منع کریں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اسی طرح سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، تم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہنا اور بُرائی سے منع کرتے رہنا، ورنہ قریب ہے کہ اللہ پاک تم پر اپنا عذاب نازل فرمائے، پھر تم اس کی بارگاہ میں دعا کرو گے لیکن تمہاری دعا قبول نہیں کی جائے گی۔[1] اسی طرح قرآن و احادیث میں نیکی کی دعوت و دین کی خدمت کی ترغیب و تاکید کے متعلق کئی فضائل آئے ہیں۔

امیر ہو یا غریب، حاکم ہو یا محکوم، چھوٹا ہو یا بڑا، بادشاہ ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت ہر ایک کو اپنی طاقت و قوت کے مطابق نیکی کی دعوت عام کرنی چاہیے۔ خواتین بھی دین کی خدمت میں اپنا کردار بھر پور انداز میں ادا کر سکتی ہیں۔ اس کے مختلف انداز ہو سکتے ہیں، مثلاً:

علمِ دین سیکھ کر عمل کے ذریعے: جب خواتین علمِ دین سے واقف ہوں گی تو دوسروں کو اپنے عمل کے ذریعے ترغیب دلا سکیں گی۔ نیز دوسروں کو دینی مسائل سکھا کر، یا ایسے ادارے کی طرف راہ نمائی کر کے بھی دین کا کام کر سکتی ہیں جو دین کی دعوت دیتا ہو، جیسے جامعۃ المدینہ و مدرسۃ المدینہ کی طرف راہ نمائی کرنا وغیرہ۔

بیانات کے ذریعے: اس انداز میں کہ خود مبلغہ بن کر دینی و اصلاحی موضوعات پر بیانات کرنا یا دوسروں کو دعوتِ اسلامی کے اجتماعات میں شرکت کی دعوت دینا یا اپنے گھر کے محارم، اپنے بالغ بچوں کو مدنی قافلے، مدنی مذاکرے وغیرہ میں بھیجنا یہ سب خدمتِ دین کے ذرائع ہیں۔ علاوہ ازیں خواتین گھر درس دے کر بھی خدمتِ دین کر سکتی ہیں۔

مالی تعاون کے ذریعے: اسی طرح دین کے کاموں میں اپنا مال خرچ کر کے بھی خواتین دین کی خدمت کر سکتی ہیں۔

بچوں کی اچھی تربیت کے ذریعے: ماں اولاد کی پہلی درسگاہ ہوتی ہے۔ لہٰذا ایک عورت اپنے بچوں کی دین کے احکامات کے مطابق اچھی تربیت کرے تاکہ بچہ بڑا ہو کر دین دار بنے تو یہ بھی دین کی خدمت ہے۔

تحریری کام کے ذریعے: خواتین کا اپنے علم و مطالعہ کی روشنی میں صحیح اور مستند ترغیبی و اصلاحی لٹریچر لکھنا جس سے کسی کو ترغیب ملے، یوں بھی دین کی خدمت کی جا سکتی ہے، اس کا ایک بہترین ذریعہ ماہنامہ خواتین (ویب ایڈیشن) کا سلسلہ **تحریری مقابلہ** بھی ہے جس کے تحت کئی اسلامی بہنیں مختلف

Go To Index

موضوعات پر محنت و کوشش کر کے مضامین لکھتی رہتی ہیں۔

کتب و رسائل پیش کرنے کے ذریعے: دوسری خواتین، محلہ دار، دوست احباب رشتہ دار وغیرہ کو دینی کتب و رسائل پیش کر کے، پڑھنے کی ترغیب دلا کر بھی دین کی خدمت کر سکتی ہیں۔

الغرض اچھی نیت کے ساتھ دوسروں کو بیان کے لئے تیار کرنا، عمل کی ترغیب دلانا، شرعی مسئلے کی طرف یا ایسوں کی جانب راہ نمائی کرنا جو مسائل حل کر سکیں یہ بھی خدمتِ دین ہی ہے۔ اللہ پاک ہمیں بھی دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

محترمہ بنتِ ذیشان عطاریہ
(طالبہ: درجۂ رابعہ، جامعۃ المدینہ پاکپورہ سیالکوٹ)

اسلام نے عورت کو نہایت باعزت مقام عطا فرمایا ہے۔ دین کی خدمت صرف مردوں تک محدود نہیں بلکہ خواتین بھی اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے دینی خدمات انجام دے سکتی ہیں۔ قرآن و حدیث میں اس کی واضح راہ نمائی موجود ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے: وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍۘ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (پ10، توبہ:71) ترجمہ: اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ مرد و عورت دونوں کے لئے ہے۔ اسی طرح فرمایا: لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰىۚ (پ4، اٰلِ عمرٰن:195) ترجمہ: میں تم میں سے عمل کرنے والوں کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا وہ مرد ہو یا عورت۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے زمانے میں خواتین نے دین کی خدمت کے مختلف شعبوں میں حصہ لیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا علمِ دین کی زبردست معلمہ تھیں۔ بڑے بڑے صحابہ کرام آپ سے احادیث سیکھتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خواتین علم حاصل کر کے اسے آگے پہنچا سکتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔[2]

یہ فضیلت عورتوں کے لئے بھی ہے۔ لہٰذا خواتین قرآن کی تعلیم حاصل کر کے اپنے گھروں، بچیوں اور دیگر عورتوں کو سکھا سکتی ہیں۔ گھر ہی سے دینی حلقے، دروسِ قرآن اور سیرت النبی کی محافل منعقد کی جا سکتی ہیں۔

اسی طرح حیا اور پردہ کے ساتھ دین کی دعوت دینا بھی اہم ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا: وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰى (پ22، الاحزاب:33) ترجمہ: اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے پہلی جاہلیت کی بے پردگی۔ اس آیت کی روشنی میں خواتین کو چاہیے کہ وہ پردے اور شرعی حدود کا خیال رکھتے ہوئے دین کا کام کریں۔ سوشل میڈیا کے اس دور میں بھی احتیاط ضروری ہے؛ پیغامِ دین پہنچاتے وقت آواز، لباس اور انداز میں حیا و وقار ہونا چاہیے۔

ایک روایت میں ہے: تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال ہو گا۔[3] چنانچہ عورت گھر کی نگہبان ہے، لہٰذا سب سے پہلے اپنی اولاد کی صحیح اسلامی تربیت کرے۔ بچوں کو نماز، قرآن اور اچھے اخلاق سکھانا بھی بہت بڑا دینی کام ہے۔ ایک نیک ماں پوری قوم کی اصلاح کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ مزید یہ کہ خواتین صدقہ و خیرات، بیماروں کی عیادت، دینی کتب کی اشاعت میں تعاون اور ضرورت مند بہنوں کی مدد جیسے کام بھی کر سکتی ہیں۔ اخلاص، صبر اور حسنِ اخلاق کے ساتھ کیا گیا ہر نیک عمل دین کی خدمت ہے۔

خلاصہ یہ کہ خواتین علم حاصل کریں، پردے کا اہتمام کریں، اپنی اصلاح کے ساتھ دوسروں کی اصلاح کی کوشش کریں، اولاد کی تربیت پر توجہ دیں اور حکمت و نرمی کے ساتھ دعوتِ دین کا کام کریں۔ اللہ پاک ہمیں اخلاص کے ساتھ دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

---

(1) ترمذی، 4/69، حدیث:2176 (2) بخاری، 3/410، حدیث:5027 (3) مسلم، ص784، حدیث:4724

Go To Index

FCA
FAIZAN ONLINE ACADEMY

قربانی کے احکام کورس

(اس سلسلے میں ہر ماہ اس شعبے سے متعلق مفید معلومات بیان کی جاتی ہیں۔)

عبادت کا اصل مقصد دل کی اصلاح، نیت کی پاکیزگی اور اللہ پاک کا قرب حاصل کرنا ہے اور یہ مقاصد اسی وقت حاصل ہوتے ہیں جب عبادات علم، شعور اور سنتِ نبوی کے مطابق ادا کی جائیں۔ قربانی بھی محض جانور ذبح کرنے کا نام نہیں، بلکہ یہ اپنے نفس کی غلط خواہشات، تکبر اور دنیاوی رغبتوں کو اللہ پاک کی رضا کے لئے قربان کرنے کی عملی تربیت ہے۔ جب اس روحانی حقیقت کو سمجھ کر قربانی کی جائے تو یہ عبادت انسان کے باطن کو سنوارتی اور اسے تقویٰ و اخلاص کی راہ پر گامزن کرتی ہے، ورنہ وہ صرف ایک ظاہری رسم بن کر رہ جاتی ہے۔

قربانی کے احکام کا سیکھنا نہایت ضروری ہے، تاکہ انسان جانور کے درست انتخاب، اس کی شرعی حیثیت، ذبح کے مسنون طریقے، نیت کی درستی اور حلال و حرام کے فرق کو اچھی طرح سمجھ سکے۔ اس علم کے ذریعے قربانی کی عبادت میں ایثار، محبت اور اخوت کے جذبات بھی بیدار ہوتے ہیں، جو اسلامی معاشرے کی بنیاد ہیں۔ مزید یہ کہ گوشت کی تقسیم کا صحیح طریقہ اور مستحقین کا خیال رکھنا بھی اسی عبادت کا اہم حصہ ہے، جو انسان میں ہمدردی اور سخاوت پیدا کرتا ہے۔

یہ کورس اسی جامع مقصد کے تحت ترتیب دیا گیا ہے، جس میں جانور کے انتخاب سے لے کر ذبح، گوشت کی تقسیم اور حلال و حرام اجزا کی وضاحت تک تمام ضروری مسائل کو آسان انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کے ذریعے نہ صرف شریعت کے مطابق درست عمل کی راہ نمائی ملتی ہے بلکہ انسان میں اپنی محبوب چیز اللہ پاک کی راہ میں قربان کرنے کا حقیقی جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے، جو دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ ہے۔

کورس کے مشمولات

اس کورس کے مشمولات یہ ہیں:

- قربانی کی تعریف و اہمیت
- قربانی کا سبب
- قربانی واجب ہونے کی شرائط
- کس جانور کی قربانی افضل ہے؟
- کس جانور میں کتنے حصے ہیں؟
- قربانی کے جانوروں میں پائے جانے والے عیب
- ذبح کے وقت کی دعائیں
- گوشت کی تقسیم کے احکام
- عقیقہ کی تعریف و حکم

کورس کرنے کے بعد آپ کس قابل ہو جائیں گی؟

اس کورس کے ذریعے قربانی کے لئے درست جانور کی خریداری سے لے کر شریعت کے مطابق گوشت تقسیم کرنے تک کے تمام مراحل پر راہ نمائی حاصل ہو گی۔

کورس کی اہلیت

یہ کورس ہر وہ اسلامی بہن کر سکتی ہے جس کی عمر کم از کم 12 سال ہو۔ اردو یا انگلش زبان لکھنا پڑھنا جانتی ہو۔ اس کے علاوہ کسی خاص تعلیمی قابلیت کی شرط نہیں۔

ایڈمیشن کے لئے رابطہ نمبر:

03139292992 | 03142036541

Go To Index

اسلامی بہنوں کے دینی کاموں کا اجمالی جائزہ

مارچ 2026/ رمضان المبارک، ذیقعدۃ الحرام 1447ھ کے دینی کاموں کی کارکردگی

دینی کام		نیشنل	انٹرنیشنل	ٹوٹل
منسلک اسلامی بہنیں		1140590	82267	1222857
ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماعات	تعداد اجتماعات	13543	1494	15037
	شرکائے اجتماعات	510749	28529	539278
مدرسۃ المدینہ (بالغات)	مدارس المدینہ کی تعداد	15474	1650	17124
	پڑھنے والیاں	129466	10697	140163
ہفتہ وار رسالہ پڑھنے / سننے والیاں		920358	29809	950167
مدنی مذاکرہ سننے والیاں		267457	13718	281175
روزانہ گھر درس دینے / سننے والیاں		174308	7548	181856
وصول ہونے والے نیک اعمال کے رسائل		209607	10854	220461
ہفتہ وار علاقائی دورہ (شرکائے علاقائی دورہ)		44241	2593	46834

مارچ 2026 میں اسلامی بہنوں کے 13 شعبہ جات میں ہونے والے کورسز و سیشنز کی مجموعی کارکردگی

	مقامات	شُرکا
مدنی کورسز / سیشنز	57185	655935

50 واں تحریری مقابلہ عنوانات برائے اگست 2026

1. حضور کی انصار سے محبت
2. بچوں پر بے جا سختی مت کیجئے
3. کسی کی سادگی کا ناجائز فائدہ مت اٹھائیے

مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ 20 مئی 2026

مزید تفصیلات کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

فیضانِ صحابیات جناح آباد کراچی

مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی کرم نوازی اور مرشدِ پاک کے فیضانِ کرم سے اسلامی بہنوں میں سنتوں کا فیضان عام کرتا ہوا شاندار **فیضانِ صحابیات جناح آباد گلی نمبر 6 نزد زیب النساء ہاسپٹل رمضان کانٹا رنچھوڑ لائن کراچی** کا باقاعدہ افتتاح اکتوبر 2024 کو محترمہ بنتِ عطار باجی اور عالمی مجلسِ مشاورت کی نگران اسلامی بہن کے مبارک ہاتھوں سے ہوا، یقیناً یہ اسلامی بہنوں کے لئے ایک بہت بڑی سعادت مندی کی بات ہے۔

آفسز کی تعداد:

فیضانِ صحابیات جناح آباد کراچی کی اس خوبصورت عمارت میں قرآن ٹیچر ٹریننگ کورس کے تحت دو آفسز قائم ہیں:
(1) مدرستہ المدینہ بالغات ٹاؤن سطح (2) مدرستہ المدینہ بالغات ڈسٹرکٹ سطح۔

فیضانِ صحابیات حافظ آباد میں ہونے والے دینی کام:

- الحمدُللہ اس فیضانِ صحابیات کی عمارت میں رہائشی کورسز اور مدنی مشوروں کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً شارٹ کورسز بھی کروائے جاتے ہیں۔
- چھوٹی بچیوں کو قرآنِ پاک کی تعلیم دینے کے لئے دوپہر 2 تا 3 بجے گلی گلی مدرستہ المدینہ لگایا جاتا ہے۔
- بروز بدھ دن 3 تا 5 بجے تک اسلامی بہنوں کا ہفتہ وار سنتوں بھرا اجتماع ہوتا ہے جس میں کثیر اسلامی بہنیں اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح کا جذبہ لئے پابندی کے ساتھ شرکت کی سعادت پاتی ہیں۔
- دوپہر 2 تا 3 بجے مدرستہ المدینہ بالغات بھی لگتا ہے جس میں تربیت یافتہ مدرسات بڑی عمر کی اسلامی بہنوں کو درست قواعد و مخارج کے ساتھ قرآنِ پاک کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ ان کی شرعی، اخلاقی اور تنظیمی تربیت بھی کرتی ہیں۔

ib.darulsunnahpak@dawateislami.net